

جلد 24 شمارہ 05 وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا مَنَى - جولائی ۲۰۲۰

ماہنامہ

# صوت الحق

کراچی

## اس شمارے میں

نمبر شمار	عنوان	مصنف	صفحہ نمبر
01	قائد اعظم کی آخری وصیت	ادارہ	02
02	لذخ میں چین بھارت سرد جنگ کا آغاز	اداریہ	03
03	تعمدہ اسلام کا منشور [8]	ڈاکٹر راشد شاز	07
04	خالص قرآن نہیں کے دوسرے جتنے	خواجہ ازہر عباس	09
05	علم بالحواس کی اہمیت	علامہ غلام احمد پرویز	16
06	جمہوریت اور اسلام	پروفیسر حافظ عبداللہ	22
07	شرک جلی جو ہمارے ہاں عام ہے	حسین امیر فرہاد	24
08	تحریک پاکستان کے گولڈن ڈیلیٹ	سیدنا ظفر علی	28
09	سورۃ الفجر کا ترجمہ	اورنگزیب یوسف زئی	30
10	XXXX	XXXX	XX
11	Sur--Al-Fajr	Aurangzaib	01

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی تحریر و عقائد سے متفق ہونا ضروری نہیں

مضامین و خط و کتابت کے لئے،

ادارہ صوت الحق 9-L، سیکٹر 4-5C، نار تھ کراچی، 75850 (پاکستان)  
Cell No. 0333 2254315 / Jazz A/C 0301 3300544  
saut-ul-haq@hotmail.com

کمپوزنگ / ڈیزائننگ: راحیل شیخ - معرفت صوت الحق - کراچی

پونٹو: نیوجاز پریس بلوچ پارک ایم اے جناح روڈ - کراچی

سرپرست  
سیدنا ظفر علی

چیئر مین  
خواجہ ازہر عباس

مدیر  
شیخ راشد احمد

نائب مدیر  
ڈاکٹر شاکر حسین خان

مجلس ادارت  
ڈاکٹر شہاب عالم - محمد عامر  
محمد ثاقب - عاشر احمد - شاہینہ خانم

قانونی مشیر  
ملک محمد صفدر فیضی (ایڈووکیٹ) ملتان

مشیران  
محمد روشن عباسی صاحب  
محمد ادریس جمجمہ صاحب  
انیس خان صاحب  
ظفر شاہ صاحب

زرتعاونی شماره -/55 روپے  
پاکستان -/600 روپے سالانہ  
بیرون ملک -/3000 روپے سالانہ

بینک اکاؤنٹ نمبر  
SHAIKH RASHID AHMED  
IBAN #  
PK94FAYS0002211500000699  
FAYSAL BANK LTD  
POWER HOUSE UP MORE  
BRANCH NORTH KARACHI  
-75850 PAKISTAN

# قائد اعظم کی آخری وصیت

یکم جولائی 1948

## اسٹیٹ بینک کی افتتاحی تقریب میں قائد اعظم کا آخری خطاب

قائد اعظم نے یکم جولائی 1948ء کو فرمایا تھا، روزمرہ کے اخراجات میں غیر معمولی اضافے نے معاشرے کے غریب طبقے کو پریشان کر رکھا ہے، اور لگی بندھی آمدنی والوں کے لئے بھی بہت مشکل ہو رہی ہے، یہ بات ملک کے اندر بے چینی کا سبب بنی ہوئی ہے، حکومت پاکستان کی پالیسی یہ ہے کہ اشیاء کی قیمتوں کو ایسی سطح پر مستحکم کیا جائے جو خریدار اور سرمایہ دار دونوں کے لئے منصفانہ ہو، مجھے اُمید ہے کہ آپ اس مقصد کے حصول کے لئے کوشش کریں گے اور کامیابی سے اس نازک مسئلے کا حل نکالیں گے۔ میں بہت تندرستی سے آپ کی تنظیم کی تحقیقی کارروائی کو دیکھوں گا جو ایسے بینکاری اصول مرتب کرے گی جو اسلامی تصورات کی معاشرتی اور اقتصادی زندگی سے ہم آہنگ رکھتی ہیں۔ مغرب کے اقتصادی نظام نے انسانیت کے لئے ناقابل تلافی مسائل پیدا کئے ہیں اور ہم میں سے بہت سے لوگوں پر یہ بات واضح ہے کہ دُنیا کو اب جس تباہی کا سامنا ہے اس سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے۔ مغرب کا نظام انسانیت کے لئے مہلک ہے اور بین الاقوامی انتشار کو ختم کرنے سے قاصر ہے۔ درحقیقت گذشتہ نصف صدی میں دو نئی جنموں کی بڑی وجہ یہی اقتصادی نظام تھا۔ مغربی دُنیا اپنی اعلیٰ صنعتی کارکردگی اور مشین سازی کے باوجود آج کارکنوں کے بدترین انتشار کا شکار ہے، مغربی اقتصادیات کے نظریے اور ضابطہ عمل کو اپنا کر ہمارے لوگ کبھی بھی خوشحال اور مطمئن نہیں ہو سکتے۔ ہمیں اپنی قسمت خود بنانی ہے اور دُنیا کو ایک ایسا اقتصادی نظام مہیا کرنا ہے، جس نے

انسانی جنموں کی بڑی وجہ یہی اقتصادی نظام تھا۔ مغربی اقتصادیات کے نظریے اور ضابطہ عمل کو اپنا کر ہمارے لوگ کبھی بھی خوشحال اور مطمئن نہیں ہو سکتے۔ ہمیں اپنی قسمت خود بنانی ہے اور دُنیا کو ایک ایسا اقتصادی نظام مہیا کرنا ہے، جس کی بنیاد اسلام کے تصور مساوات اور معاشرتی انصاف پر ہو۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم بحیثیت مسلمان اپنے مشن کی تکمیل کریں گے اور انسانیت کو امن کا پیغام دیں گے، یہ پیغام ہی کل انسانیت کی بقاء، راحت اور آسودہ حالی کا ضامن ہے۔

## لداخ میں چین بھارت سرد جنگ کا آغاز

دُنیا کی دو سب سے زیادہ آبادی رکھنے والی ریاستیں اس وقت ہمالیہ کی بلندیوں پر ایک سنگین جنگی صورت حال میں ایک دوسرے کے مقابلے پر موجود ہیں۔ اور یہ صورت حال اپنی سنگینی میں بہت زیادہ بڑھ جانے کے امکانات کی حامل ہے، کیونکہ دونوں فریق اپنی اپنی جنگی حکمت عملی کے مقاصد کی تکمیل کے راستے تلاش کر رہے ہیں۔ البتہ یہ صاف ظاہر ہے کہ اس واقعے نے بھارت کے لیڈروں اور جنگی حکمت عملی کے ماہرین کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔

رپورٹس کے مطابق اوائل مئی میں چین کی افواج نے ایک ایسے خطے میں جسے انڈین علاقہ تسلیم کیا جاتا تھا، کئی کلومیٹر اندر جا کر خیمے لگائے، خندقیں کھود لیں اور بھاری ساز و سامان پہنچا دیا۔ یعنی ایک باقاعدہ فوجی چھاونی قائم کر لی۔ اور یہ اقدام اُس وقت دیکھنے میں آیا جب بھارت نے ایک کئی سو میل طویل ایسی سڑک کی تعمیر مکمل کر لی جو ایک نہایت بلند سطحی فرنٹ لائن پر واقع فضائی مستقر سے جا ملتی تھی، جسے بھارت نے 2008 میں قائم کیا تھا۔ بھارت کے ایک ملٹری ایکسپٹ، اے شگلانے، جو آرمی میں کرنل کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکا ہے، کہا ہے کہ صورت حال نازک ہے۔ چین اُس علاقے میں داخل ہو چکا ہے جسے وہ خود بھارت کا حصہ تسلیم کر چکا ہے۔ اس اقدام نے صورت حال کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔

تاہم چین کا موقف بالکل مختلف ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بھارت نے زمین پر موجود حقائق کو تبدیل کر دیا ہے۔ بھارتی میڈیا کی رپورٹس میں کہا گیا ہے کہ دونوں طرف کے سپاہیوں نے لداخ کے خطے میں کم از کم دو مختلف علاقوں میں جھڑپیں کی ہیں۔ کم از کم تین جگہوں پر جھڑپوں کی خبریں آئی ہیں جن میں گلوآن کی وادی، ہاٹ سپرنگز اور جنوب کی جانب پانگونگ جھیل شامل ہیں۔ بھارت اور چین کا مشترکہ بارڈر 3440 کلومیٹر طویل ہے اور اس فاصلے کے اندر کئی جگہ دونوں جانب سے علاقائی دعوے موجود ہیں۔ دونوں کے بارڈر کی نگرانی کرنے والے دستے اکثر جھڑپیں کرتے رہتے ہیں، لیکن دونوں طرف کا اصرار ہے کہ سابقہ چار دہائیوں میں کبھی گولی چلانے کی نوبت نہیں آنے دی گئی۔ ان کی فوجیں، جو دنیا کی سب سے زیادہ کثیر التعداد فوجیں ہیں، بہت سے مواقع پر آمنے سامنے آتی رہی ہیں۔ ایک ایسی لائن آف ایکچول کنٹرول [ایل اے سی] دونوں کو علیحدہ کرتی ہے جس کی نہایت ناکافی طریقے سے نشاندہی کی گئی ہے۔ درمیان میں واقع دریا، جھیلیں اور برفانی چوٹیوں کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ لائن جو فوجوں کو علیحدہ رکھتی ہے، باسانی آگے یا پیچھے ہو سکتی ہے، جس کے نتیجے میں مخالف فوجی دستے اکثر باہم قریب ہو کر مقابلے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

موجودہ عسکری ٹینشن صرف لداخ تک محدود نہیں ہے۔ دونوں اطراف کے فوجی نکولا کے مقام پر، چین اور شمال

مشرقی انڈین ریاست سٹم کے بارڈر پر، ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال لے کھڑے ہیں۔ رپورٹس کے مطابق مئی کے مہینے اوائل میں یہ لڑائی پراثر چکے ہیں۔ اور ایک ایسے نقشے پر بھی جھگڑا موجود ہے جو نیپال نے جاری کیا ہے، جس میں بھارت پر الزام لگایا گیا ہے کہ اُس نے چین سے جاننے والی ایک سڑک تعمیر کرتے ہوئے نیپال کی سرحدوں میں دراندازی کی ہے۔

صورتِ حال کے نتیجے میں روایتی طور پر اُمن رہنے والا دریائے گلوان کا علاقہ اب ایک نقطہ اشتعال بن چکا ہے کیونکہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں ایل اے سی اے سی اے سی نئی سڑک سے انتہائی قریب ہے جو بھارت نے دریائے شیوک کے ساتھ ساتھ دولت بیگ اولڈی [DBO] تک تعمیر کی ہے۔ یہ علاقہ ایل اے سی کے ساتھ ساتھ لداخ میں ایک بعید ترین اور کمزور دفاع رکھنے والا مقام ہے۔ ایسا باور ہوتا ہے کہ بھارت کی جانب سے علاقے کے انفراسٹرکچر کو مضبوط کرنے کے فیصلے نے بیجنگ کو مشتعل کر دیا ہے۔ چین کے سرکاری میڈیا، گلوبل ٹائمز نے نہایت واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ "گلوان وادی کا خطہ چینی سرزمین ہے، اور مقامی بارڈر کنٹرول کی صورت حال ہمیشہ سے بالکل واضح رہی ہے۔" چینی ملٹری ذرائع کے مطابق یہ تو بھارت ہے جس نے گلوان وادی میں دراندازی کا ارتکاب کیا ہے۔ جس کے باعث بھارت ایل اے سی کے ساتھ موجود صورتِ حال کو تبدیل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور اسی حرکت نے چین کو مشتعل کیا ہے۔

امریکہ کے تھنک ٹینک، لسن سینٹر، کے ایشیا پروگرام کے ڈپٹی ڈائریکٹر، مائیکل کوگل مین نے کہا ہے کہ موجودہ فوجی مہم ایک عمومی روٹین نہیں ہے۔ چین کی بھاری تعداد میں فوج کشی ایک واضح طاقت کا مظاہرہ ہے۔ نئی تعمیر شدہ سڑک کسی بھی جھڑپ کی صورت میں نفری اور سپلائی کو فوری پہنچانے کی بھارت کی صلاحیت میں اضافہ کرتی ہے۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ جب بھارت نے پچھلے سال اگست کے مہینے میں نہایت متنازعہ طور پر جموں اور کشمیر کی محدود خود مختاری کا خاتمہ کرنے کا فیصلہ کیا تو اُس نے پورے علاقے کا نقشہ بھی دوبارہ تیار کیا تھا۔ اس نقشے میں نئے فیڈرل کنٹرول میں لایا جانے والا لداخ "اکسائی چن" کو بھی علاقے میں شامل کرتا تھا، جو کہ ایک ایسا خطہ ہے جس پر بھارت دعویٰ کرتا ہے، لیکن یہ دراصل چین کے کنٹرول میں ہے۔

امریکہ کا چین کے اس اقدام پر بھارت کے حق میں بیان دینے پر اسے چین اور امریکہ کی جھڑپ بھی کہا جا رہا ہے۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ چین پاکستان کی خاطر بھارت پر دباؤ بڑھا رہا ہے جسے وہ قائم رکھے گا۔ ثالثی کے لئے امریکہ کو کہا جا رہا ہے۔ جب ثالثی کا عمل چلے گا تو مسئلہ کشمیر بھی لازمی زیرِ بحث آئے گا۔ بادی النظر میں کشمیر کے سلگتے ہوئے مسئلے کے تناظر میں اس وقت بھارت کو چین کے ساتھ الجھا لیا گیا ہے۔ مودی کی ہٹ دھرمی زمین بوس ہو چکی ہے۔ چین بھارت سرد جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔

بھارت نے اپنے طور پر چین کے ہاتھوں اپنی بارڈر کشمکش سے دُنیا کی توجہ ہٹانے کے لئے چند روز قبل کشمیر میں ایل اوسی پر پلومہ کی طرز پر ایک اور فالس فلیگ آپریشن کی تیاری کر لی تھی۔ بارود سے بھرا ایک اور ٹرک تیار تھا۔ پچھلے

فوس کے کچھ جوان دھماکے میں مار دیئے جانے کے لئے ٹرک کے سامنے لٹا دیئے گئے تھے۔ دھماکے کے فوراً بعد پاکستان پر الزام تراشی کرتے ہوئے محدود پیمانے پر حملے کی تیاری کر لی گئی تھی، اور کم از کم چھ مقامات پر پاکستان کی حدود کے اندر میزائل داغے جانے کی تیاری بھی ہو چکی تھی۔

معتبر ذرائع کے مطابق، انٹیلی جنس ذرائع نے اس فالس فلیگ آپریشن کی ایک ایک حرکت کی خبر حاصل کر لی تھی۔ نہ صرف امریکہ میں پنٹاگون کو اس فالس آپریشن کی تیاریوں کی تفصیلی خبر دے دی گئی تھی، بلکہ دیگر بین الاقوامی اداروں کے علاوہ خود بھارت کو بھی اس سازش کا راز افشاء ہونے کی خبر دے دی گئی تھی۔ بھارت کو سنگین نتائج کی دھمکی پہنچا دی گئی تھی، اور یہ بھی باور کرا دیا گیا تھا کہ بھارت کی جانب سے چھ عدد میزائل حملوں کے بدلے میں پاکستان کی جانب سے اٹھارہ مقامات پر میزائل مار دیئے جانے کی تمام تیاریاں مکمل کر لی گئی ہیں۔ اس کے بعد بھارت کے پاس کچھ چارہ نہیں تھا کہ وہ اس فالس فلیگ آپریشن کو ڈمپ کر دے، اور فی الحال اپنی توجہ چین کے ساتھ پیش آنے والی ذلت کے اثرات کو کسی اور حربے سے دور کرنے کی طرف لگا دے۔

حقیقت حال یہی ہے کہ چین نے لدان پر قبضہ کر لیا، انڈین اخبار بزنس اسٹینڈرڈ میں چھپنے والے ایک آرٹیکل کی رپورٹ کے مطابق پیپلز لیبریشن آرمی چائے کے 5000 فوجی پانچ جگہوں سے لدان میں گھس آئے: گیلون دریا کے ساتھ سے چار جگہوں سے اور پینگونگ ندی کے ساتھ ایک جگہ سے۔۔۔

یہ معمول کا فوجی تنازعہ نہیں ہے اور نہ ہی 2013 اور 2014 کی طرح متنازعہ علاقے پر چائے کا عارضی قبضہ ہے بلکہ اس دفعہ پیپلز لیبریشن آرمی ان علاقوں میں اپنے مضبوط دفاع کے لئے مورچے بنا رہی ہے اور بڑی گاڑیاں یہاں لے آئی ہے اور ان کے دفاع کے لئے پیچھے ہیوی آرٹلری پہلے سے موجود ہے۔۔۔

یاد رہے کہ پیپلز لیبریشن آرمی کے سولجرز اپریل کے آخر میں گیلون وادی میں اتنا اچانک گھسے کہ بھارت کی آرمی ان کے ساتھ آگے سے مقابلہ یا چیلنج تک نہ کر سکی۔ بھارتی آرمی کی بار بار کوششوں کے باوجود پیپلز لیبریشن آرمی اب بھارتیوں کے ساتھ تنازعات پر بات چیت کے لئے فلیگ سٹاف میٹنگ بھی نہیں کر رہی۔۔۔ یہ تو تھی تازہ ترین صورتحال جس کا تذکرہ بھارتی اخبار میں ملا ہے۔۔

سوچنے کی بات ہے کہ آخر کیا وجہ ہے جو بھارت کو چینی افواج کے اندر گھس جانے کے باوجود سانپ سونگھ گیا ہے۔ کوئی میڈیا رد عمل نظر نہیں آ رہا کوئی پاکستان جیسی دھونس دھمکیاں چین کو نہیں دے رہے۔۔۔ آپ کو بتاتے ہیں اصل وجہ کہ انتہائی خفیہ رپورٹس تھیں کہ بھارت گلگت بلتستان پر حملہ کرنے کی پوری تیاری میں ہے جس کا مقصد گلگت بلتستان پر قبضہ کر کے سی پیک روٹس کو کاٹ دے اور گلگت میں تعمیر ہو رہے دیا میر بھاشا ڈیم کی تعمیر بھی روکوا دے گا۔ کیونکہ اس کام کے لئے بھارت کی پشت پناہی امریکہ اسرائیل بھی کر رہے ہیں۔۔۔

پاکستان کی پیشگی مدد کرنے کی غرض سے اور سی پیک جیسے گیم چینجر منصوبے کو ناپاک بھارتی عزائم سے تحفظ دینے کے

لئے چین نے باوجود اس کے کہ امریکہ کے ساتھ بھی کشیدگی اپنے عروج پر ہے پھر بھی بھارت کے اندر فوجیں گھسادی اور سی پیک سمیت دیا میر بھاشا ڈیم اور پاکستان کی سالمیت کا دفاع کیا۔۔۔

بھارت کے پختہ ناپاک عزائم کو دیکھتے ہوئے چین نے بھی پختہ عزم کرتے ہوئے نہ ان علاقوں میں صرف فوجیں گھسا دیں (لدان ریجن جہاں سے بھارت گلگت بلتستان پر حملہ کر سکتا تھا) بلکہ نئی پوزیشنوں پر چینی افواج بکترز بھی بنا رہی ہیں جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ چینی افواج اب پیچھے ہٹنے والی نہیں ہیں۔۔۔ یاد رہے لائن آف ایکچوئل کنٹرول لدان ریجن بھارت کے لئے پاکستانی گلگت بلتستان پر حملہ کرنے کا مختصر ترین اور واحد راستہ تھا جس پر اب خوفناک ڈریگن آبیٹھا ہے اور بزدل بھارت کو لینے کے دینے پڑ گئے ہیں... یہاں تک اطلاعات ہیں کہ چین نے بھارت کے فوجی بھی اسلحہ سمیت اغواء کر لئے ہیں۔

دوسری طرف نیپال کے ساتھ بھی جو بھارتی تنازع شروع ہوا ہے۔ اس میں بھی ون بیلٹ ون روڈ منصوبے کی سڑک کا معاملہ ہے جس میں چین نیپال کی بھرپور پشت پناہی کر رہا ہے کہ بھارت کی بد معاشی کو خاک میں ملاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ یعنی چین نے دونوں ممالک نیپال اور پاکستان کے ساتھ اپنے اہم سٹریٹجک اور معاشی منصوبوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے بھارت کی ٹھکانی کا پورا پورا پلان بنا لیا ہے۔۔۔

چین بھارت کی یہ جنگ اب صرف اسی صورت میں ٹل سکتی ہے اگر بھارت پاکستان کے خلاف ناپاک عزائم سے باز آ جائے۔ جو کہ یہ کام بھی مشکل لگتا ہے کیونکہ بھارت کو امریکہ اسرائیل پیچھے بیٹھ کر پاکستان پر حملہ کرنے کے لئے شدید دباؤ ڈال رہے ہیں اور ساتھ بھارت خود بھی کئی سالوں سے گلگت بلتستان پر اپنا دعویٰ کر رہا ہے۔ بالخصوص اب جو دیا میر بھاشا ڈیم کی تعمیر شروع ہے اس سے بھی بھارت بہت تکلیف میں ہے۔۔۔

ڈیم بن جانے کی صورت میں پاکستان میں بجلی کا بحران حل ہوگا پانی کی کمی پوری ہوگی۔ زراعت و خوراک میں اضافہ ہوگا جب کہ بھارت کبھی بھی پاکستان کی اس طرح خوش حالی کے حق میں نہیں ہے۔ بھارت پچھلے تہتر سالوں سے مقبوضہ جموں و کشمیر سے پاکستان میں بہنے والے پانچوں دریاؤں پر چھوٹے بڑے لگ بھگ 124 ڈیمز بنا کر تقریباً تمام پانی روک چکا ہے، جس کا مقصد ہی پاکستان کو بخر بنانا، پاکستان کو بھوکا پیاسا مارنا ہے۔۔۔

جو لوگ ان پانچوں دریاؤں کے قریب رہ رہے ہیں انہیں اچھی طرح علم ہے کہ صرف دریائے سندھ کے علاوہ باقی تمام دریا بھارت کی جانب سے پاکستان کا پانی روک دیئے جانے کی وجہ سے خشک ہو چکے ہیں۔ اب ڈیم بن جانے کی صورت میں بھارت کی یہ معاشی دہشت گردی کا منصوبہ کھڈے لائن لگ جائے ہے جو کہ بھارت کو کبھی منظور نہیں ہے۔۔۔

قارئین کرام جیسا کہ آپ سب کے علم میں ہے،، ایک عالمی آفت کو روکنا وائری وجہ سے دُنیا بھر میں لاک ڈاؤن کا سلسلہ پچھلے پانچ مہینے سے جاری ہے، جس کے سبب دُنیا بھر میں کاروبار حیات روک گیا ہے... اس کی وجہ سے صوت الحق کی اشاعت کا سلسلہ بھی متاثر ہوا۔ مئی، جون، جولائی 2020ء کا یکجا شمارہ حاضر خدمت ہے۔ آپ کو زحمت ہوئی، ہم معذرت خواہ ہیں۔

## متحدہ اسلام کا منشور [8]

پس چہ باید کرد [برائے مئی 2020ء]

اگر ہم اس حقیقت کا ادراک کر سکتے ہوں کہ دین کی یہ فرقہ وارانہ تعبیر جس نے ہمیں صدیوں سے ایک نظری تشنت اور باہمی خانہ جنگی سے دوچار کر رکھا ہے اور جسے ہم غلطی سے عین دین سمجھے بیٹھے ہیں، اس کا کوئی تعلق محمد رسول اللہ کے دین سے نہیں، بلکہ یہ دراصل ہماری بحرانی تاریخ کی پیداوار ہے، تو ہمارے لیے امکانات کی ایک نئی دنیا آباد ہو سکتی ہے۔ ہمارا باہم منقسم اور متحارب ہونا نہ تو خدا کو مطلوب ہے اور نہ ہی ایسا تعلیماتِ پیغمبر کے حوالے سے ہے۔ رسول اللہ کی ذات گرامی۔ جو ہم مسلمانوں کے لیے اسوہ حسنہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ شیعہ، سنی، حنفی، مالکی، سلفی، ظاہری جیسے تراشیدہ حوالوں کے لیے مہتم نہیں کی جاسکتی۔ اگر ہم اس تاریخی حقیقت سے واقف ہوں کہ شیعہ، سنی، اسمعیلی کے خیمے باقاعدہ طور پر چوتھی صدی میں جا کر منٹخ ہو پائے۔ عباسی خلافت، جو امامت کی نظری تقسیم کے بعد سنی اسلام کا نقیب بن گئی، ابتداً آل بیت کی تحریک کے طور پر سامنے آئی تھی اور اسی حوالے سے آل عباس کے داعیوں کو اپنی خلافت کے استحکام کا موقع ملا تھا۔ اگر فاطمین مصر پر قابض نہ ہوتے اور اگر اضمحلالِ خلافت کے سبب عین عباسی خلافت کے زیر سایہ آل بویہ کی امیر الامرائی قائم نہ ہوتی تو شیعہ، سنی اور اسمعیلی مسلمانوں کی الگ الگ شناخت منٹخ نہ ہو پاتی اور نہ ہی اباضیوں کے لیے یہ موقع ہوتا کہ وہ اپنے آپ کو اهل العدل والا استقامة کے نام سے متعارف کرا سکیں۔ گویا ہمارا شیعہ یا سنی ہونا منزل من اللہ نہیں، بلکہ ایک تاریخی حادثے کی باقیات کے طور پر ہے۔ کچھ یہی حال ہماری مسلکی شناخت کا بھی ہے جسے نہ تو اللہ نے ہمارے لیے منتخب کیا اور نہ ہی رسول اللہ نے چار یا آٹھ اماموں کے اتباع کی تعلیم دی۔ ابوحنیفہ، مالک اور شافعی کی علمی سرگرمیوں کا عہد دوسری صدی ہجری ہے، لیکن اس وقت اور اس کے بہت بعد تک مختلف بلاد و امصار میں اس پائے کے درجنوں اصحاب فن متحرک نظر آتے ہیں۔ سفیان ثوری، اوزاعی، ابن راہویہ اور جریر طبری جیسے ناموں کی ایک کہکشاں نظر آتی ہے۔ اگر شاہ بیہرس نے جدال فقہی کے ازالے کے لیے بیک وقت چار متبادل فقہاء کا تقرر نہ کیا ہوتا اور آگے چل کر نویں صدی کی ابتداء میں برقوق نے حرم کعبہ میں چار متبادل فقہی مصلوں کا اہتمام نہ کیا ہوتا تو سنی اسلام ائمہ اربعہ کی اصطلاح سے ناواقف ہوتا اور آج ہم جس طرح ثوری، اوزاعی اور طبری کے فقہی مکاتب کے غیاب سے دین اسلام میں نقص نہیں پاتے، اسی طرح ائمہ اربعہ کے بغیر بھی ہماری مذہبی زندگی متحرک رہتی۔ ابن جنبل جنھوں نے متوکل کے عہد میں خلفائے اربعہ کا تصور وضع کیا اور جس کے بالمقابل خلیفہ بلا فصل اہل تشیع کی پہچان بن گئی خود اپنے عہد میں، بلکہ بہت بعد تک، فقیہ کے طور پر تسلیم نہیں کئے جاتے تھے۔ فاطمین کے ظہور میں آنے سے پہلے جمعہ کا خطبہ عقیدے کے بجائے سیاسی نقطہ نظر کا اظہار ہوا کرتا تھا۔ فاطمین نے تفضیل پنجتن کو خطبہ کا حصہ بنایا جسے عباسیوں نے اپنے استحقاقِ خلافت کے دعووں کے ساتھ کچھ اس طرح ملحق کر لیا کہ انھیں سبیل المؤمنین کا آئینہ دار سمجھا جائے۔

علوم شرعیہ کی اصطلاح جس نے ہمارے ہاں دینی اور دنیوی علوم کی ثنویت کے غیر قرآنی تصور کو عام کرنے میں اہم رول

انجام دیا ہے، اس کے ذکر سے قرآن و حدیث کے صفحات خالی ہیں۔ ابو عبد اللہ کا تب الخوارزمی (متوفی ۳۸ھ) نے پہلی مرتبہ علوم شرعیہ کی اصطلاح استعمال کی جس نے آگے چل کر وارثین علوم نبوت کا ایک حلقہ پیدا کر دیا۔ دین کے نام پر منقسم اسلام کے یہ مدرسے جنہیں آج ہم سنی یا شیعہ اسلام کا قلعہ سمجھتے ہیں، فاطمین اور عباسیوں کی سیاسی رقابت اور وقتی مصلحت کے سبب قائم ہوئے۔ ان کی باقیات کو جاری رکھنا اور انہیں اسلام کے قلعوں کی حیثیت سے دیکھنا تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

علماء کا مخصوص لباس جس میں وہ عام انسانوں سے الگ کوئی آسمانی مخلوق نظر آتے ہیں، اس کا بھی عہد رسول اور عہد صحابہؓ میں کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اگر قاضی ابو یوسف نے قضاۃ کے لیے ایک منفرد لباس رائج نہ کیا ہوتا تو مسلم معاشرے میں عام مسلمانوں سے الگ علماء لباسی کا یہ منظر دیکھنے میں نہ آتا۔ تاریخ کے وہ بیانات جس نے شیعوں اور سنیوں کو مستقل فرقوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور جس کے سبب باہمی مغائرت بلکہ منافرت دین کا سا اعتبار حاصل کر گئی ہے، تاریخ و آثار کی یہ تمام کتابیں تیسری چوتھی صدی میں مرتب ہوئیں۔ اگر روایتوں کے ان مجموعوں کو مختلف فرقوں نے حسب توفیق تعبیری اور تشریحی مقام نہ دیا ہوتا یا یہ مجموعے بھی دوسرے بہت سے مجموعوں کی طرح تاریخ کے صفحات میں گم ہو گئے ہوتے، یا سقوط بغداد اور سقوط قلعہ الموت کے وقت مخالفین کے ہتھے چڑھ گئے ہوتے تو آج ہمارا تاریخی وجدان بالکل مختلف ہوتا۔

اگر خلافت کے متحارب دعویداروں نے اہل صفا کے بھیس میں روحانی خلافت اور سلاسل کا ڈول نہ ڈالا ہوتا اور اگر فاطمی داعیوں نے خراسان، ملتان، دہلی و اجیر کی طرف اپنے اولوالعزم داعیوں کی سفارت نہ بھیجی ہوتی تو پیری مریدی، بیعت و خلعت کی اصطلاحوں سے ہم آشنا ہوتے اور نہ ہی دین کے نام پر سادہ لوح مسلمانوں کو خانقاہوں اور تکیوں سے وابستہ ہونے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ جماعتوں اور تحریکوں کی باقیات کا cult میں مشکل ہو جانے کا عمل تو ابھی کل کی بات ہے جب غیاب خلافت میں ایک عمومی مایوسی کے سبب ہم یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اسلام کی عالمی مرکزیت اب ایک ناقابل عمل خیال ہے سو اسی طرح کی چھوٹی چھوٹی امارتوں اور خلافتوں سے کام چلایا جائے۔ خیر کے کاموں میں شمولیت اور فاسستبقوا الخیرات کی اسپرٹ تو ہمارے ایمان کا حصہ ہے البتہ cult جیسی فضا میں جینا اور اسی کے اندر امارت و خلافت کا قیام اور قائد کے لیے امیر المؤمنین جیسی اطاعت کا مطالبہ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس دائرے کو دوام عطا کیے رکھنے کا عمل، یہ سب ایسی باتیں ہیں جو ہماری بجزانی تاریخ کی پیداوار ہیں۔ انہیں مجبوراً انگیز تو کیا جاسکتا ہے ان کے حق میں کتاب و سنت سے دلیل نہیں لائی جاسکتی۔

اے کاش کہ ہمیں اس بات کا واقعی ادراک ہوتا کہ خدا نے صرف اپنی کتاب نازل کی اور اپنا رسول بھیجا۔ آپ کی زندگی میں یہ دین اپنی تکمیل کو پہنچا۔ اس کے بعد جو کچھ بھی ہے وہ اہل ایمان کی تاریخ ہے جس میں عزیمت کے لمحات بھی ہیں اور لغزشوں کے امکانات بھی۔ انہیں اگر تاریخ کے طور پر پڑھا جائے تو یہ ہمارے لیے باعث موعظت و عبرت ہوگی اور ہم مستقبل میں ماضی کی غلطیوں سے اپنا دامن بچا سکیں گے اور اگر اسے تشریحی اور ثقہ کی حیثیت دے دی گئی تو جبل اللہ التین ہمارے ہاتھوں سے پھسل جائے گی۔

چھوٹے چھوٹے اغراض و مقاصد سے نکلنے والا ہی کسی بڑے مقصد سے آشنا ہوتا ہے۔

## خالص قرآنی فہمی کے دوسرے چشمے

قرآن کریم، فرقان جمیدوہ جبل التین اور عروۃ الوثقی ہے جس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے پر امت مسلمہ کے عروج و زوال کا انحصار ہے۔ یہ وہ محور ہے جسے امت مسلمہ نے ڈیڑھ ہزار سال سے تھاما ہوا ہے اور اس پر برابر غور و فکر و تدبر و تفکر کرتی چلی آرہی ہے۔ سینکڑوں تفاسیر مختلف طرز کی تحریر کی گئیں۔ ہر فرقہ کے علماء نے بے شمار تفاسیر تحریر کیں اور ہر فن کے ماہرین نے مختلف علوم کی روشنی میں تفاسیر تحریر کیں لیکن اس سب کے باوجود امت کی بگڑی نہیں بنی اور یہ امت مسلمہ جس گرداب میں پھنسی چلی آرہی تھی اسی میں گردش کر رہی ہے۔ تفسیر طبری جو کہ قرآنی لٹریچر میں اولین تفسیر ہے، اس سے لے کر موجودہ دور کی تفاسیر کا قرآن فہمی کا طریقہ اس ڈیڑھ ہزار سال میں ایک ہی رہا ہے اور اس سے کسی مفسر نے سروانحراف نہیں کیا ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر کرنے کا جب سلسلہ شروع ہوا تو اس سے پیشتر نہ تو اصول تفسیر مرتب اور طے کئے گئے نہ ان کی چنداں ضرورت محسوس کی گئی۔ اسی وجہ سے اصول طے کرنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ اگرچہ اصلاً یہ بات نہایت ضروری تھی کہ تفسیر تحریر کرنے سے پیشتر اس کے اصول و قواعد خود قرآن سے اخذ کرنے چاہئے تھے۔ تاہم بغیر اصول طے کئے تفاسیر تحریر کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔

ہمارے برصغیر ہندوپاک میں بھی بہت سی تفاسیر تحریر کی گئیں نیز اصول تفسیر پر بھی بہت کچھ لکھا گیا۔ لیکن پھر بھی کوئی واضح حل مسلمانوں کے سامنے نہیں آیا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی (1763-1703) سے لے کر سرسید احمد خان اور مولوی عبدالحق حقانی تک بے شمار تفاسیر تحریر کی گئیں لیکن سب کا قرآن فہمی کا طریقہ ایک ہی تھا تا آنکہ یہاں یعنی برصغیر ہندوپاک میں چند بیدار مغز علمائے قرآن نے اس خامی کو محسوس کیا اور قرآن فہمی کے قرآنی اصول خود قرآن سے مستنبط کئے، انہوں نے سابقہ مفسرین کا طریقہ یعنی شان نزول اور روایات کی بیان کردہ تفسیر کو ترک کر کے قرآن کا تجویز کردہ طریقہ یعنی تفسیر آیات اور محاورہ عرب کو اختیار کر کے چودہ سو سال بعد قرآن فہمی کا ایک نیا دور شروع کیا اور گزشتہ دور کی تفاسیر کو پر کاہ برابر اہمیت نہیں دی۔ اس طرح تفاسیر کے نئے شہ پارے وجود میں آنے شروع ہوئے۔ اس میں اولیت کا شرف مولوی عبداللہ مرحوم چکڑالوی کو (1860-1918) حاصل ہے۔ انہوں نے سب سے پہلی تفسیر محاورہ عرب اور تفسیر آیات کے مطابق تفسیر القرآن بالآیات القرآن نام کی تحریر فرمائی، وہ دور سخت مخالفت کا دور تھا اور حالات ان کے سخت نامساعد تھے۔ انہیں تین مرتبہ زہر دیا گیا جس سے وہ مفلوج ہو گئے تھے۔ وہ جامع مسجد سریا نوالہ بازار لاہور کے خطیب تھے۔ ان کے اپنے مالی حالات چونکہ قابل اطمینان نہیں تھے اس لئے ان کے ایک رفیق خاص شیخ محمد چٹو سوداگر چرم لاہور نے ان کی مالی معاونت فرمائی اور یہ تفسیر بڑے سائز میں ایک ایک پارہ کر کے طبع ہوئی۔ ان کے ساتھ ساتھ ان کے ہم عصر مولوی خواجہ احمد الدین امرتسری نے بھی اپنی تفسیر ”بیان للناس“ تحریر فرمائی۔ چونکہ علامہ اقبال مرحوم اور خواجہ صاحب

موصوف کے دیرینہ تعلقات تھے اس لئے علامہ بھی خواجہ صاحب سے استفادہ فرماتے تھے۔ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم اور ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ پی ایچ ڈی ہیڈ آف عربک ڈپارٹمنٹ پنجاب یونیورسٹی ان دونوں کے درمیان رسل و رسائل کا ذریعہ تھے۔ علامہ اقبال کے خطوط میں جہاں بھی صرف مولوی صاحب تحریر ہے وہاں ان کی مراد انہی خواجہ احمد الدین صاحب سے ہوتی ہے۔ مسئلہ عمل میں علامہ کو بہت تردد تھا، خواجہ صاحب سے ہی علامہ نے اس معاملہ میں رجوع کیا تھا جس کی تفصیل ان کے خطوط میں موجود ہے۔ ان کی تفسیر کی طباعت میں بھی علامہ نے ان کی بہت حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔ ان کے علاوہ چکوال کے دو بھائی مولوی محمد فاضل اور مولوی محمد عالم اور ان کے ساتھی مولوی عبدالحق صاحب نے بلاغ القرآن کا پرچہ گوجرانوالہ سے (1923 سے 1925) تک جاری رکھا۔ مولوی حشمت علی مرحوم نے اشاعت القرآن نام کا رسالہ جاری کیا اور مولوی محمد رمضان نے گوجرانوالہ میں وحی صرف قرآن میں ہے کے موضوع پر تقاریر جاری رکھیں اور 1902ء میں چوک والگراں گوجرانوالہ میں اس موضوع پر مناظرہ ہوا جس میں مولوی محمد رمضان نے علمائے اہل حدیث کو جواب کر دیا۔ مولوی محمد رمضان مرحوم اور ان کے صاحب زادے میاں مولوی اسماعیل کی اس معاملہ میں عام شہرت تھی کہ وہ دونوں اس موضوع پر بڑے مختصر وقت میں مخالف کو جواب کر دیتے تھے۔ مولوی محمد اسماعیل اور مولوی محمد علی رسول گمری نے پھر 1960ء سے دوبارہ رسالہ بلاغ القرآن جاری کیا، جواب تک جاری ہے۔

ان علمائے اہل قرآن نے نہ صرف تفاسیر تحریر لکھیں بلکہ سیکڑوں کی تعداد میں قرآن سے متعلق مضامین تحریر کئے۔ امرتسر سے ہی ایک ضخیم اور مبسوط رسالہ ”البيان“ جاری ہوا جس کے ایڈیٹر علامہ محمد حسین عرشی تھے جس میں بڑے پر مغز مضامین شائع ہوتے تھے۔ علامہ حکیم محمد حسین عرشی، خواجہ عباد اللہ اختر، حکیم فیروز الدین ظفرانی وغیرہ کے مضامین اس میں شائع ہوتے تھے۔ ان ہی علمائے اہل قرآن میں حافظ محمد اسلم جیرا چوری تھے جو جامع ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی میں تاریخ اسلام کے پروفیسر تھے نبیوں نے مسئلہ محبوب الارث پر ایک مبسوط مضمون تحریر کیا خود ہی اس کا عربی میں ترجمہ کیا اور عالم اسلام میں اس مسئلہ کو متعارف کرانے کا عرصہ میں بہار بھارت میں حافظ محمد محبت الحق نے دعوت الحق، منہاج الحق وغیرہ بلند پایہ کتب تحریر کیں۔ غرض کہ اس دور میں برصغیر ہندوپاک میں علمائے قرآن کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوا جس نے قرآن فہمی کا طریقہ بالکل تبدیل کر دیا اور قرآن کی تعلیم اور اس کے نظریات قرآن خالص کی روشنی میں مسلمانوں کے سامنے پیش کیں جس سے مسلمانوں کا ایک تعلیم یافتہ طبقہ متاثر ہوا اور ان نظریات کی اشاعت میں کوشاں ہوا۔ جو طریقہ علمائے اہل قرآن نے قرآن فہمی کا اختیار کیا اس سے خالص قرآنی نظریات جو سابقہ تفاسیر میں بھرے ہوئے تھے چھٹتے چلے گئے۔

علمائے اہل قرآن کے قابل عزت گروہ کے علاوہ تحریک طلوع اسلام بھی علامہ اقبال کی ایما پر شروع ہوئی۔ طلوع اسلام کا پہلا شمارہ اپریل 1938ء میں جاری ہوا اور محترم نذیر نیازی مرحوم اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے لیکن بہت ہی قلیل عرصہ کے بعد اس کے اشاعت کی ذمہ داری محترم المقام جناب غلام احمد پرویز نے اٹھائی چونکہ وہ اس وقت سرکاری ملازمت کر رہے تھے، اس لئے وہ رسالہ کے ایڈیٹر کی حیثیت اختیار نہیں کر سکتے تھے اس لئے مختلف حضرات کے نام بطور ایڈیٹر طبع ہوتے رہے لیکن وہ ایک رسمی کارروائی (formality) پوری کرنی ہوتی تھی۔ مولانا حسین امام صاحب، مولوی عبدالستار خان نیازی، محترم مظہر الدین صدیقی اور چند دیگر

حضرات کے نام بطور ایڈیٹر سرورق پر طبع ہوتے رہے ورنہ فی الواقع یہ پورا رسالہ عموماً پرویز صاحب خود ہی نکالتے تھے۔ مختلف فرضی نام مثلاً حق گو، شاہد عادل، رازی وغیرہ اس سلسلے میں اختیار کرتے رہے۔ اس تحریک کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا گیا تھا۔ اور چند مخلص حضرات نے اس کی ذمہ داری برداشت کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ رسالہ چار سال جاری رہا مگر سخت نامساعد حالات کی وجہ پر بند کر دیا گیا لیکن وہ احباب اس کو دوبارہ جاری کرنے کی کوشش میں لگے رہے۔ بالآخر اس کا دوسرا دور جنوری 1948ء سے شروع ہوا جو اب تک جاری ہے۔ محترم پرویز صاحب فروری 1985ء میں فوت ہوئے اس وقت تک وہ اس کو خود طبع کراتے رہے۔ اور مرحوم سراج الحق کا نام بطور ایڈیٹر طبع ہوتا رہا۔ یہ تحریک فرقہ اہل قرآن کی تحریک کی نسبت زیادہ ہمہ گیر زیادہ مبنی بر عقل (Rational) اور وقت کے تقاضوں کے مطابق تھی، اس تحریک نے زیادہ مسائل کا احاطہ کیا اور موجودہ دور کی مشکلات کا حل قرآن سے پیش کیا چونکہ اس تحریک میں زیادہ کشش تھی اس لئے خود اہل قرآن حضرات کی نئی نسل اس میں شریک ہو گئی۔ چونکہ دونوں تحریکوں کے نظریات میں ہم آہنگی زیادہ اور اختلاف کم تھے اس لئے قرآن کے طلباء نے دونوں تحریکوں سے بھرپور استفادہ کیا اور قرآن سمجھنے اور اس پر غور و فکر کرنے میں دونوں تحریکوں سے فائدہ اٹھایا۔ ان حضرات کے آپس میں تعلقات اور مراسم بھی اچھے تھے۔ اس لئے ایک دوسرے کے درسوں میں شرکت کرتے تھے اور درس کے اوقات اس طرح مقرر کرتے تھے کہ آپس میں وقت کا ٹکراؤ نہ ہو اور سہولت سے دونوں درسوں میں شرکت کی جاسکے۔

البتہ صرف ایک مرتبہ ایک مضمون طلوع اسلام میں فرقہ اہل قرآن کے خلاف شائع ہوا تھا اور اس کی بھی یہ وجہ تھی کہ اہل قرآن حضرات نے اپنا لٹریچر طلوع اسلام کے درس میں تقسیم کرنا شروع کر دیا تھا نیز دوسری وجہ یہ تھی کہ فرقہ اہل قرآن اپنے الصلوٰۃ کے موقف کی وجہ سے عام مسلمانوں میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ چونکہ عام لوگ ان دونوں تحریکوں میں نمایاں فرق نہیں کرتے تھے۔ اس لئے تحریک طلوع اسلام پر بھی تین نمازوں کا لیبل چسپاں کر دیا جاتا تھا اس سے تحریک کی بدنامی ہوتی تھی۔ اس لئے اس الزام سے بچنے کی خاطر مضمون شائع کیا گیا تھا۔ فرقہ اہل قرآن میں اس مضمون سے ناراضگی پیدا ہوئی لیکن اس کا جواب لکھنا مناسب نہیں سمجھا گیا لیکن بعد میں علی پور چٹھہ (گوجرانوالہ) کے گروپ نے ماسٹر محمد علی مرحوم کو اس کا جواب تحریر کرنے پر مجبور کیا۔ انہوں نے کبیدہ خاطر سے جواب تحریر کیا۔ اس تمہید اور پس منظر کے بعد اب اصل مضمون کی ابتداء کی جاتی ہے۔

ان دونوں تحریکوں میں زیادہ تر نظریات مشترک ہیں اور کم نظریات مختلف فیہ ہیں۔ سب سے پہلا نظریہ اور عقیدہ جو ان دونوں تحریکوں میں مشترک ہے اور جو ان دونوں کی اساس اور بنیاد ہے۔ وہ وحی صرف قرآن میں ہونے کا نظریہ ہے، خارج از قرآن وحی کے تصور کو باطل سمجھتے ہیں۔ ہم مسلمانوں میں صدراؤل میں یقیناً یہی عقیدہ تھا۔ صدراؤل کے بعد معتزلہ کے جملہ مذاہب اور امام ابو داؤد ظاہری کا ظاہری فرقہ نظریہ کے قائل رہے لیکن ان کے علاوہ دیگر تمام مسلمان حدیث کو بھی وحی ماننے لگے۔ اس عقیدہ کو امام شافعی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو مسلمانوں کی تباہی بربادی کا بنیادی سبب بنا۔ حدیث کو وحی الہی ماننے سے صدہا غیر قرآنی نظریات ہمارے یہاں درآئے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ خلاف قرآن عقیدہ ایک ہزار سال سے ہمارے ہاں متداول ہے اور آج بھی جملہ مسلمانوں میں صرف ان دو قابل قدر تحریکوں کو چھوڑ کر کسی جگہ بھی وحی صرف قرآن میں ہے کا نظریہ

تسلیم نہیں کیا جاتا۔ آج کل ایران میں بھی جو اہل قرآن ہیں اور آیت اللہ صادقی کے پیرو ہیں وہ بھی اہل قرآن ہونے کے باوجود حدیث کو وحی الہی شمار کرتے ہیں۔ یہ شرف اور فضیلت صرف ان دو تحاریکوں کو حاصل ہے کہ یہ وحی صرف قرآن میں تسلیم کرتے ہیں اور حدیث کو حضور کے ذاتی اقوال اور ان کے غور و فکر، تدبر و تفحص کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ جب تک مسلمان حدیث کو وحی شمار کرتے رہیں گے نہ قرآن خالص ان کے سامنے آئے گا اور نہ ہی ان کی تباہی و بربادی ان کا ساتھ چھوڑے گی۔

دوسرا مشترکہ نظریہ ان دونوں کے مابین قرآن فہمی کے سلسلے میں تشریف آیات کا ہے، ہم مسلمانوں میں چونکہ قرآن سمجھنے کا یہ طریقہ مقرر ہے کہ ہر آیت کا شان نزول دیکھتے ہیں اور پھر اس آیت کی تشریح اس شان نزول کی روشنی میں مختلف احادیث سے کرتے ہیں۔ چونکہ شان نزول بھی اکثر آیات کے دو دو تین تین ہوتے ہیں اور احادیث بھی حتمی طور پر درست نہیں ہوتیں اس لئے قرآن فہمی میں ظن و تخمین سے کام لیا جاتا ہے۔ قرآن ظن و تخمین سے مبرا اور پاک ہے لیکن اس کے سمجھنے میں شان نزول و احادیث سے کام لے کر اس کے مفہوم میں ظن و تخمین شامل کر دیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی آیت کا یقینی اور حتمی مفہوم سامنے نہیں آتا۔ اور صد باغیر قرآنی نظریات قرآنی تعلیم میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس تشریف آیات کی صورت یہ ہوتی ہے کہ چونکہ ایک آیت دوسری آیت کی تشریح کرتی ہے اس لئے اس میں خارج از قرآن کوئی مفہوم داخل نہیں ہو سکتا۔ اس طرح خالص قرآن کی تعلیم ابھر کر سامنے آ جاتی ہے اور قرآن خود آپ سے بولنے لگتا ہے۔ یہ دونوں قابل شرف تحریکیں اسی نظریہ کی حامل ہیں اور اسی نظریہ کے مطابق دونوں تحریکوں نے قرآن کی تفاسیر تحریر کی ہیں جو خالص قرآنی تعلیم پر مشتمل ہیں اور اسی کی تعلیم سے جگمگ جگمگ کرتی ہیں۔

ان دونوں تحریکوں میں تیسری قدرے مشترکہ خصوصیت ان کی سنت کی تعریف ہے۔ عام طور پر حضور کے جملہ کاموں کو سنت خیال کیا جاتا ہے اور حضور کے شب و روز کے ذاتی معمولات سنت نبوی تصور کئے جاتے ہیں لیکن ان دو تحریک کے نزدیک حضور کے صرف وہ افعال جو حضور نے دین کی ترویج و توسیع میں سرانجام دئے سنت ہیں اور حضور کے باقی افعال وہ آپ کے ذاتی معمولات تھے۔ ان کا دین سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں تھا۔ مثلاً اگر حضور دائیں کروٹ لے کر سوتے تھے تو صحابہ کرام بھی اسی کروٹ لیٹ کر نہیں سوتے تھے۔ اگر حضور کسی روز شربینی تناول فرماتے تو ضروری نہیں کہ سب صحابہ اسی روز شربینی تناول فرمائیں، یہ حضور کا ذاتی فعل تھا بھلا اس کو دین سے کیا واسطہ؟ اور اس کو سنت سے کیا علاقہ؟ اس کے برعکس حضور کا یہ کہنا کہ میں دین کی طرف دلائل کی رو سے بلاتا ہوں۔ یہ حضور کی سنت تھی۔ ہمارے لئے یہ سنت ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی طرف دلائل سے بلائیں۔ حضور نے اپنی زندگی کا بے داغ ہونا اپنے دین کی صداقت کے لئے پیش کیا۔ یہ ہے حضور کی سنت کہ جو بھی داعی الی اللہ ہو اس کی زندگی بے داغ ہونی چاہئے۔ حضور نے اپنے ساتھیوں میں مواخات (بھائی چارے) کا جذبہ پیدا کیا، یہ حضور کی سنت ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ یہ ہمارے لئے سنتیں ہیں جس پر ہمیں عمل کرنا چاہئے لیکن داڑھی رکھنا، مسواک کرنا، استنشاق مضمضہ، ایک خاص وضع کی ہیبت کڈائی بنانا، خاص وضع کا لباس پہننا، سنت نہیں ہے۔ یہ اس زمانہ کی تہذیب و معاشرت تھی جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ اس معاشرت کو دین کا جز بنانے سے یہ نقصان ہوتا ہے کہ معاشرہ بالکل منجمد ہو جاتا ہے۔ جس میں بڑھنے کی صلاحیت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

دُنیا کے تمام مذاہب میں مذہب کا مقصود نجات اُخروی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ تمام مذاہب چند عالمگیر سچائیوں، اخلاقی مواعظ اور کچھ عبادات پیش کر دیتے ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے آخرت میں فلاح حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ صرف قرآن ہی ہے کہ جو مذہب کی اسٹیج سے پورا ضابطہ حیات پیش کرتا ہے اور اس دنیا کی مشکلات کا حل پیش کرتا ہے۔ تمام مذاہب انسان اور اللہ کا براہ راست ذاتی تعلق پیدا کرتے ہیں اور مذہب انسان کا پرسنل معاملہ ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس قرآن ایک نظام پیش کرتا ہے، اس نظام کی معرفت اللہ سے رابطہ قائم کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ کا دیا ہوا دین جس کو محمدؐ نے اس دُنیا میں عملاً نافذ فرمایا تھا، اس کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت تھی۔ حضورؐ کے عہد سعادت مہد میں آپؐ کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت اور اس نظام کی اطاعت کے مترادف تھی۔ آپؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی اطاعت اس نظام کی اطاعت تھی۔ پھر حضرت عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ جب تک وہ نظام قائم رہا ان حضرات کی اطاعت اس نظام کی اطاعت تھی۔ اس نظام کے ذریعہ انسان اور اللہ کا رابطہ قائم تھا۔ جب وہ نظام بکھر گیا (جیسا کہ اس دور میں بھی ہے) تو نہ تو اللہ اور رسول کی اطاعت ہی ممکن رہی اور نہ ہی اللہ سے رابطہ قائم رہا۔ یہ وہ نظریہ ہے کہ طلوع اسلام اول دن سے اس نظریہ کا داعی رہا۔ جہاں تک اہل قرآن حضرات کا تعلق ہے شروع کے علماء کے ہاں یہ نظریہ نہیں پایا جاتا البتہ کچھ عرصہ بعد علمائے اہل قرآن نے بھی اس نظریہ کو اپنایا اور وہ اس نظریہ کے قائل ہوئے۔ چنانچہ جب بلاغ القرآن دوبارہ 1960ء میں جاری ہوا تو وہ شروع سے اس نظریہ کا داعی تھا۔

یہ وہ چار بنیادی نظریات ہیں جن میں یہ دونوں تحاریک مشترک اور دونوں کے نظریات میں ان چاروں نقاط میں باہم اتفاق ہے۔ یہ بنیادی اصول ہیں۔ اس کے علاوہ بیشتر فروعی مسائل ہیں مثلاً محبوب الارث، قتل مرتد، رجم، ایصال ثواب، استمداد عن الموتی، انکار مجزات، ملکیت زمین، ربو کی تعریف، تحویل کعبہ، قربانی، غلام، لونڈی، بردہ فروشی جیسے بہت سے مسائل میں یہ دونوں مدارس فکر جمہور مسلمانوں سے الگ ہیں اور ایک دوسرے کے موید ہیں، کیونکہ ان دونوں نے مسائل کا استخراج براہ راست قرآن سے کیا۔ ان نظریات کے سلسلہ میں دونوں اداروں نے بے شمار مضامین اور پمفلٹ تحریر کئے۔ قرآن کی جن آیات سے یہ نظریات مستفاد ہوتے ہیں، ان آیات کی جگہ جگہ موقع بہ موقع خوب خوب وضاحت کی۔ ان مسائل کے لئے اتنا مواد فراہم کر دیا کہ ہر شخص کو اس کا مطالعہ کر کے مسائل میں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں کافی مواد طبع شدہ موجود ہے۔

ان مشترکہ نظریات سے قطع نظر ان دونوں تحریکوں میں اختلافات بھی موجود ہیں جو تعداد اور اہمیت کے لحاظ سے کم ہیں۔ سب سے پہلا اور اہم اختلاف صلوٰۃ کے بارے میں ہے۔ طلوع اسلام کا نظریہ، یہ ہے کہ جس جس جگہ قرآن میں صرف صلوٰۃ کا حکم آیا ہے اس سے مراد یہی اجتماعات صلوٰۃ ہیں جو ہم قائم کرتے ہیں اور جس طرح سے عامۃ المسلمین پانچ وقت نماز ادا کرتے ہیں، اسی طرح سے نماز ادا کرتے رہیں، نیا فرقہ بنانے سے اجتناب کریں۔ اس سلسلہ میں اتنا اصرار قائم رہا کہ طلوع اسلام کی سالانہ کونشن کے دوران سب لوگ قریب کی مساجد میں جا کر نماز ادا کرتے رہے۔ طلوع اسلام کے پنڈال میں باجماعت نماز ادا کرنے کی اجازت نہیں تھی کہ ایسا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ الگ نماز وضع کر دی جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ طلوع اسلام کا یہ نظریہ بھی ہے جہاں

جہاں صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے الفاظ اکٹھے آئے ہیں، وہاں ان سے مراد اسلامی حکومت ہے۔ جس کا قائم کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ چنانچہ اس بارے میں سورۃ الحج کی اکتالیسویں آیت (41-22) اتنی واضح ہے کہ اس میں دورائے نہیں ہو سکتیں۔ اس آیت میں غلبہ اور اقتدار کو صلوٰۃ کی بنیادی شرط قرار دیا ہے۔ کہ اگر اقتدار حاصل نہیں ہے تو صلوٰۃ قائم نہیں ہو سکتی۔ علماء اہل قرآن صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے ایک جگہ آنے سے اسلامی نظام کا مفہوم تو اسی طرح لیتے ہیں جیسا کہ طلوع اسلام سمجھتا ہے۔ اس سلسلہ میں دونوں کے نظریات ایک ہیں۔ جہاں صرف صلوٰۃ آیا ہے اس سے بھی طلوع اسلام کی طرح اجتماعات صلوٰۃ ہی مراد لیتے ہیں لیکن اس فرق کے ساتھ کہ یہ قرآن سے صرف تین اوقات کی نماز اخذ کرتے ہیں اور قرآن سے ہی نماز کا طریقہ استخراج کرتے ہیں۔ ان کی نماز عام مسلمانوں سے منفرد ہے، یہ صرف فجر، ظہر اور مغرب کی نماز ادا کرتے ہیں۔ ہر نماز میں دو رکعت پڑھتے ہیں، ہر رکعت میں ایک سجدہ کرتے ہیں، امام آگے کھڑا ہونے کے بجائے پہلی صف میں کھڑا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی مساجد میں محراب نہیں ہوتی۔ ان کی مساجد علی پور چھٹہ، فیصل آباد، گوجرانوالہ اور سمن آباد لاہور میں موجود ہیں جن میں جمعہ ہوتا ہے۔ زیادہ تعداد ان حضرات کی علی پور چھٹہ (گوجرانوالہ) میں ہے۔ جہاں کی مسجدیں کشادہ ہیں اور وہاں ان کے سالانہ جلسے بھی ہوتے ہیں۔ راقم سطور صرف لاہور میں پانچ سال ان کا امیر رہا اور اس دور میں سالانہ جلسے علی پور چھٹہ میں ہی ہوتے تھے۔

دوسرا اختلاف ان دونوں مکاتب فکر کا مقام حدیث پر ہے۔ طلوع اسلام کا نظریہ ہے کہ جو احادیث قرآن کے خلاف ہیں ان کو رد کر دینا چاہئے اور جو قرآن سے مطابقت رکھتی ہیں ان کو قبول کر لینا چاہئے۔ بہت عرصہ تک طلوع اسلام کے نائل تہج پر ایسی حدیثیں طبع ہوتی رہیں۔ طلوع اسلام کے سالانہ کنونشن پر بھی بڑے بڑے بینرز پر مختلف احادیث آویزاں ہوتی تھیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھی۔ من استواء یوماً فہو مغبون لیکن اس کے برعکس فرقہ اہل قرآن کے علماء احادیث کو چنداں اہمیت نہیں دیتے، وہ ان احادیث کو ذخیرہ روایات کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ الفاظ جو حضورؐ کے دہن مبارک سے صادر ہوئے وہ حدیث تھیں لیکن جب ان کو کسی راوی نے روایت کر دیا پھر وہ حدیث کے بجائے روایت کے زمرے میں آگئے اور یہ روایت بھی بالمعنی ہوتی تھی، اس لئے یہ الفاظ حدیث نہیں رہے۔ یہ کتب جنہیں ہم کتب حدیث کہتے ہیں کتب روایات ہیں ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ اسی طرح اہل قرآن حضرات انسان کے جسم کے ساتھ نفس، روح وغیرہ کسی چیز کے قائل نہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ انسان کا جسم ہی اللہ کا شاہکار عظیم ہے۔ اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہیں ہے جو اس کو زندہ رکھ رہی ہے۔ مشہور شاعر چکبست کا ایک شعر ہے:

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب

موت کیا ہے؟ انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

رسالہ بلاغ القرآن نے اپنے ایک ایٹھ میں اس شعر پر بھرپور تبصرہ کیا اور اس شعر کو قرآن کی تعلیم کے مطابق قرار دیا۔ ان کے خیال کے مطابق مرنے کے بعد جسم انسانی سے ہی باز پرس ہوگی۔ اسی کو سزا اور جزا کا مستحق قرار دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں مولوی عبداللہ نے اپنی تفسیر میں بڑی طویل بحث کی ہے اور کافی مواد پیش کیا ہے۔ نیز ایک مضمون روح کا تجزیہ بھی ادارہٴ صرف

سے شائع ہوا تھا جو مرحوم سرد صاحب مشہور اہل قرآن عالم کا تصنیف کردہ تھا۔ جس میں اس موضوع پر قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔ یہ مضمون غور سے مطالعہ کرنے کا متقاضی ہے کہ تمام عالم اسلام کے علی الرغم ان حضرات نے یہ نظریہ قرآن سے مستنبط کیا ہے۔ یہ موضوع اس کا متقاضی ہے کہ اس پر غور و خوض کیا جائے اور رسالہ صوت الحق اس موضوع پر علماء کو دعوت دے۔

قرآن ساری انسانیت کا ضابطہ حیات ہے اور چونکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے اس لئے اس میں انسانی زندگی کی راہنمائی کے اصول مندرج کر دیئے گئے ہیں۔ انسانی زندگی ارتقاء پذیر ہے، انسانی معاشرے برابر ترقی کر رہے ہیں۔ اس لئے قرآن جزئیات کا تعین خود نہیں فرماتا کہ ہر دور کے انسان اپنے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر اپنے ضروریات کے مطابق خود ہی جزئیات کا تعین کر لیں۔ چنانچہ طلوع اسلام کا یہی موقف ہے کہ قرآن کے اصول ابدی و سرمدی ہیں لیکن ان کی جزئیات اسلامی نظام اپنے وقت کے مطابق خود طے کر لے گا لیکن اس کے برخلاف فرقہ اہل قرآن کا مسلک یہ ہے کہ وہ اصول کے علاوہ جزئیات بھی قرآن ہی سے طے کرتے ہیں۔ حالات کی تبدیلی سے وہ ان میں تبدیلی کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک جس طرح قرآن کے اصول غیر متبدل ہیں اسی طرح اس کی جزئیات بھی غیر متبدل ہیں۔

یہ وہ چند نظریات ہیں جن میں یہ دونوں مدرسہ فکر اختلاف کرتے ہیں لیکن مجموعی طور پر ان دونوں تحریک میں بنیادی نظریات میں اتفاق پایا جاتا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد اہل قرآن حضرات نے اپنا مرکز نسبت روڈ گیٹا جھون بلڈنگ لاہور میں دارالقرآن کے نام سے قائم کیا۔ جہاں عرشی صاحب مرحوم اور حافظ سردار احمد صاحب رہتے تھے۔ جو نابینا تھے، جمعہ کا خطبہ حافظ صاحب مرحوم ہی پنجابی زبان میں دیا کرتے تھے، ان دنوں وہاں کافی مجمع ہوتا تھا۔ یہ ہال مولوی محمد ابراہیم ناگی سیٹلمینٹ کمشنر نے انہیں الاٹ کیا تھا۔ وہ امرتسر کے رہنے والے تھے اور خود بھی اہل قرآن تھے۔ یہ ہال اب بھی امت مسلمہ کے زیر تحویل ہے اور اس کا بندوبست ڈاکٹر سخیہ کے ذمہ ہے۔ جو خواجہ احمد الدین کی پوتی اور ڈاکٹر سخیہ اللہ مرحوم کی بیٹی ہیں۔ ڈاکٹر سخیہ اللہ پشاور یونیورسٹی میں عربی کے ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ تھے۔ جب تک محترم جناب پرویز صاحب لاہور منتقل نہیں ہوئے تھے، تو جب وہ لاہور تشریف لاتے، ان کی تقریر اسی ہال میں ہوتی تھی۔ جب وہ مستقل طور پر لاہور رہنے کے لئے آئے تو اسی ہال میں ان کو استقبال دیا گیا تھا۔ اس میں کافی حضرات نے شرکت کی تھی۔ ان میں جماعت اسلامی کے حضرات بھی تھے اور نصر اللہ خان عزیز محترم پرویز صاحب سے بغل گیر ہوئے۔

یہ وہ معلومات ہیں جو کمترین کی ذاتی ہیں۔ جنہیں کمترین نے تفصیل سے لکھنے سے عہد اجتناب کیا ہے۔ ان کا کسی جگہ ریکارڈ نہیں ہے۔ میں اٹھارہ سال کی عمر سے ان تحریکوں سے منسلک رہا اب نوے سال سے میری عمر متجاوز ہے۔ یہ معلومات اس لئے تحریر کی گئیں ہیں تاکہ محفوظ رہیں۔ کیونکہ آئندہ یہ معلومات کسی طرح بھی حاصل نہیں ہو سکیں گی۔

آدمی اگر اندر سے خالی ہو اور صرف ظاہری طور پر وہ اپنے آپ کو خوشنما بنا لے تو اس سے صالح ابا مقصد اعمال کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ وہ دیکھنے میں اچھا ہوگا مگر برتنے میں بُرا۔ صالح ابا مقصد اعمال کا ظہور صرف اُس انسانی شخصیت سے ہوتا ہے جس کا اندرونی وجود بھی صالح اور پاکیزہ ہو۔ صالح ابا مقصد اعمال سے خالی انسان گویا کہ صرف ایک حیوان ہے۔ تقویٰ سے بھرا انسان وہ ہے جو عمل کے وقت با مقصد عمل کا ثبوت دے سکے۔ سچ یہ ہے اعمال الفاظ سے زیادہ بلند آواز میں بولتے ہیں۔

## علم بالحواس کی اہمیت [2]

سورہ سبأ کی ایک آیت ایسی ہے کہ انسان جوں جوں اس پر غور کرتا ہے، عقل و فکر کی اہمیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ ذرا سوچئے کہ نبی اکرمؐ نے اپنی تمام عمر تبلیغ و درسیں اور تعلیم کتاب و حکمت میں صرف فرمادی۔ جب اس پر بھی ان لوگوں نے کان نہ دھرا تو حضورؐ نے یوں سمجھے گویا ایک دن ایک گزرگاہ پر کھڑے ہو کر فرمایا: **أَنَّمَا أَعْظَمَكُمْ بِوَأِحْدَىٰ دُونَ** میں تم سے لمبی چوڑی باتیں تو بہت کہہ چکا۔ آج صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ صرف ایک بات۔۔۔ ظاہر ہے کہ اس سے مخاطبین پر کیسا نفسیاتی اثر ہوا ہوگا؟ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا ہوگا کہ یہ شخص صرف ایک بات کہنا چاہتا ہے، اسے سن لینا چاہئے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: **تَقُومُوا لِلَّهِ مِثْلِي وَفُرَادَىٰ** وہ بات ایسی نہیں کہ تمہیں چلتے چلتے سنائی جائے۔ بات بڑی اہم ہے اس لئے تم اسے رُک کر سنو۔ سب کے سب نہیں تو خدا کے لئے ایک ایک دو دو کر کے ہی کھڑے ہو جاؤ، جب آپؐ نے انہیں اس طرح اپنی طرف متوجہ کر لیا تو کہا وہ ایک بات جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں، یہ ہے کہ

### ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا [34/46] تم سوچا کرو

اگر تم نے سوچنا شروع کر دیا تو سمجھ لو کہ میرا کام بن گیا اور تمہاری زندگی سنور گئی۔ آپ اس ایک آیت پر غور فرمائیے اور پھر سوچئے کہ قرآن کریم کی رُو سے عقل و فکر کا مقام کیا ہے۔

ایمان کسے کہتے ہیں

ہمارے ہاں عام طور پر ایمان کا مفہوم لیا جاتا ہے ”بلا سوچے سمجھے کسی بات کا مان لینا“ اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ [Faith] کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ ہم نے عیسائیت سے لیا اور دین کی بنیادی حقیقت کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ کیونکہ انگریزی زبان میں [Faith] کے معنی کسی بات کو بلا دلیل و برہان مان لینا ہوتے ہیں۔ اس بناء پر ہمارے ہاں ایمان کے متعلق بھی یہی تصور پیدا ہو گیا کہ اس سے مراد خدا اور اس کے پیغام کو بلا سوچے سمجھے مان لینا۔ یہ تصور قرآن کریم کی بنیادی تعلیم کے خلاف ہے۔ سینے کہ اس کے نزدیک مومن کسے کہتے ہیں وہ کہتا ہے:

**وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا [25/73]**

مومن وہ ہیں کہ اور تو اور جب ان کے سامنے خدا کی آیات بھی پیش کی جاتی ہیں تو وہ ان کے سامنے

بھی اندے بہرے بن کر نہیں جھک پڑتے ○

یعنی وہ احکام و اقدارِ خداوندی کی صداقت کو بھی کامل غور و فکر کے بعد تسلیم کرتے ہیں، ویسے ہی نہیں مان لیتے۔ قرآن کریم نے صاحبانِ عقل و بصیرت کو ”اولی الالباب“ کہہ کر پکارا ہے جہاں کہا ہے **فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا [65]** اے صاحبانِ عقل و بصیرت! یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے ہو، تو انہیں خداوندی کی نگہداشت کیا کرو، یعنی مومن ہونے کے لئے ”اولی الالباب“ ہونا شرطِ اولین ہے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم پر غور و فکر کا حکم اس تکرار و اصرار سے دیا ہے کہ اگر ان تمام کو یکجا کر دیا جائے تو اس سے ایک مبسوط مقالہ مرتب ہو جائے۔ ہم بغرض اختصار دو ایک مقامات پر اکتفاء کریں گے۔

## تدبر فی القرآن

سورہ النساء میں ہے: **أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا [4-82]** کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ اگر یہ اس پر غور و تدبر کریں گے تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اگر یہ کتاب خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتی تو اس میں بہت سے اختلافات پائے جاتے ○  
ضمناً اس آیت سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ قرآن کریم کے مخائب اللہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس میں کوئی تضاد نہیں۔ کوئی اختلافی بات نہیں۔ دوسرے مقام پر فرمایا **أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبِ أَقْفَالِهَا [47/24]** کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں جو یہ قرآن میں غور و تدبر نہیں لیتے ○ ان آیات کی روشنی میں آپ سوچئے کہ قرآن کریم کی رُو سے عقل و فکر اور غور و تدبر کی اہمیت کس قدر ہے۔

## تاریخ کی اہمیت

مطالعہ، مشاہدہ اور تجربہ حصولِ علم کے بنیادی ذرائع ہیں۔ قرآن کریم ان ذرائع سے کام لینے پر بڑا زور دیتا ہے۔ انسان اور حیوان میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ ایک نسل [Generation] یا ایک زمانے کا انسان اپنے تجربات اور مشاہدات کو اگلی نسل تک منتقل کر دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسے تاریخ کہا جاتا ہے۔ نوع انسان کی تمام ترقیوں کا راز اسی میں مضمر ہے۔ زمانہ اپنے ارتقائی منازل اسی کے سہارے طے کرتا چلا آ رہا ہے، تاریخ کیا ہے! قرنہا قرن کی انسانی جدوجہد کا حاصل۔ ہزار ہا سال کی مسلسل تگ و تاز کا نچوڑ۔ اقوام و ملل کی سینکڑوں پشتوں اور نسلوں کا اندوختہ۔ انسان کے قلب و دماغ کی کاوشوں کا سیل رواں جو اپنے سرچشمہ کے قریب ایک جوئے کم آب سے زیادہ نہ تھا لیکن جوں جوں آگے پرھتا گیا حدود فراموش ہوتا گیا۔ یہ وجہ ہے جو قرآن کریم تاریخ کے مطالعے پر اس قدر زور دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ **وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ**، ہم نے تمہاری طرف اپنے واضح قوانین نازل کئے **وَمَثَلًا مِنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ**

قَبْلِكُمْ وَمَثَلًا مِنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ [24/34] اور ان تو انہیں کے ساتھ اقوام سابقہ کے احوال و کوائف بھی نازل کئے جن میں ان لوگوں کے لئے جو زندگی کی خطرناک گھاٹیوں سے بچنا چاہتے ہیں، سامانِ عبرت و موعظت ہے۔ قرآن کریم کی اصولی تعلیم یہ ہے کہ وہ اقوامِ عالم سے کہتا ہے کہ اگر تم نے غلط رہش اختیار کی تو اس کا نتیجہ تباہی اور بربادی ہوگا اور اگر صحیح راستہ اختیار کر لیا تو اس کے نتائج بڑے خوشگوار ہوں گے۔ وہ اپنے اس کلیہ اور دعویٰ کی صداقت کے ثبوت میں تاریخی شواہد پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم دیکھو کہ جب فلاں قوم نے اس قسم کی روش اختیار کی تو اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس مقصد کے لئے وہ اتنا ہی نہیں کہتا کہ تم لائبریریوں میں بیٹھ کر تاریخی کتابوں کی ورق گردانی کرو۔ وہ کہتا ہے کہ اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ [82-40] کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ جو قومیں ان سے پہلے گزر چکی ہیں ان کا مال اور انجام کیا ہوا؟ انہیں چاہیے کہ وہ جائیں اور اقوامِ گذشتہ کی اجڑی ہوئی بستیوں کے گھنڈرات کو نگہِ بصیرت سے دیکھیں۔ ان کی اینٹوں اور پتھروں پر ان اقوام کی داستانیں منقوش نظر آجائیں گی۔ سورۃ الحج میں اس حقیقت کو بڑے بصیرت افروز انداز میں بیان کیا گیا ہے فَمَا يَفْكَاثِنَ مَنْ قَرِيَةً أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَبِئْسَ مُعْطَلَةٌ وَ قَصْرٍ مَّشِيدٍ [22-45] تاریخ انہیں یہ بتائے گی کہ کتنی ہی بستیاں تھیں جن کے رہنے والوں کو ہمارے قانونِ مکافات نے اپنی گرفت میں لے کر تباہ کر دیا۔ اس لئے کہ انہوں نے ظلم و استبداد پر کمر باندھ رکھی تھی۔ ان کی بستیاں ایسی اجڑیں کہ ان کی سربفلک عمارتیں اونڈھی ہو کر گر پڑیں۔ ان کے کنوئیں بے کار ہو گئے۔ ان کے مستحکم قلعے گھنڈرات بن کر رہ گئے۔ اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارَ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبَ الَّتِي فِي الصُّدُورِ [22-46] کیا یہ لوگ ان علاقوں میں چلے پھرے نہیں کہ ان سابقہ اقوام کے عبرت انگیز انجام کو دیکھ کر ان کے دلوں میں عقل و فکر سے کام لینے کی صلاحیت اور ان کے کانوں میں بات سننے کی استعداد بیدار ہو جاتی، اصل یہ ہے کہ جب کوئی قوم حقائق کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتی ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ ان کے ماتھے کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں، وہ تو بدستور بینائی ہوتی ہیں، لیکن ان کے دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں، اور اس طرح ان میں سمجھنے سوچنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے۔ آپ نے غور فرمایا کہ قرآن کریم تاریخ کے مطالعہ کا مقصد کیا بتاتا ہے؟ یہ کہ اس سے انسان کے سمجھنے سوچنے کی صلاحیتوں میں جلا پیدا ہو اور وہ محسوس کرے سے جو اسے خوشگوار یوں اور تباہی کیوں کی انسانیت ساز منزل تک پہنچا دے۔ اس قسم کی زندگی حاصل کیسے ہوگی، قرآن کریم نے اس کا اصل الاصول نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان فطرت کی قوتوں کو مسخر کر کے انہیں اقدارِ خداوندی کے مطابق نوعِ انسان کی منفعتِ عامہ کے لئے صرف کرے۔

### تسخیر کائنات

قصہ آدم کے تمثیلی بیان میں، آدم کے سامنے ملائکہ کے سجدہ ریز ہونے کا یہی مفہوم ہے، وہ انسان کو مخاطب کر

کہے کہتا ہے کہ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ [45-13] کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے خدا نے ان سب کو تمہارے لئے مسخر کر رکھا ہے۔ اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں اس بات کی کہ جو لوگ ان قوانین کا علم حاصل کر لیں گے جن کے مطابق یہ کارگہ کائنات سرگرم عمل ہے۔ وہ فطرت کی قوتوں کو مسخر کر کے انہیں صحیح مصرف میں لائیں گے قرآن کریم میں تسخیر فطرت سے متعلق بے شمار آیات ہیں۔ اس سلسلہ میں کہیں یہ کہا گیا ہے کہ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ [45-3] یقیناً کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں مومنین کے لئے نشانیاں ہیں۔ اس سے اگلی آیت میں ہے اٰیٰتُ لِقَوْمٍ يُوقِنُوْنَ [45/4] ان میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو حقائق خداوندی پر یقین محکم رکھتے ہیں اس سے اگلی آیت میں کہا اٰیٰتُ لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ [45/5] ان لوگوں کے لئے نشانیاں جو عقل و فکر سے کام لیتے ہیں اور آخر میں کہا کہ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ تَنْتٰلُوهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ، یہ اللہ کی وہ آیات ہیں جنہیں خدا حق کے ساتھ تیرے سامنے پیش کرتا ہے، جو لوگ اس کے بعد بھی حق پر ایمان نہیں لاتے ان سے پوچھو کہ فَبَاٰی حَدِیْثٍ بَعَدَ اللّٰهِ وَاٰیٰتِهِ یُؤْمِنُوْنَ [45/6] اگر یہ اس قسم کی آیات خداوندی کے بعد بھی حق و صداقت پر ایمان نہیں لاتے تو پھر اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟ آپ نے غور فرمایا کہ قرآن کریم کی رو سے کارگہ کائنات پر غور و فکر کی کس قدر اہمیت ہے۔

علماء کون ہیں؟

علم کی تعریف [Definition] یہ بتائی گئی ہے کہ حواس کے ذریعے معلومات فراہم کی جائیں اور انہیں اپنے مرکز فکر کے سامنے پیش کر کے اس سے فیصلہ لیا جائے۔ قرآن کریم نے انہیں لوگوں کو ”علماء“ کہہ کر پکارا ہے۔ چنانچہ سورہ فاطر میں ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا [35/27] کیا تو نے اس پر غور نہیں کیا کہ خدا کا قانون فطرت کس طرح بادلوں سے بارش برساتا ہے اور اس سے انواع و اقسام کے پھل پیدا ہوتے ہیں وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَیضٌ وَ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَآبِیْبٌ سُودٌ [35/27] اور پہاڑوں میں کس کس انداز کے سرخ و سفید طبقات ہیں جن کے رنگ اور اقسام مختلف ہیں۔ ان میں بعض گہرے سیاہ رنگ کے ہیں وَمِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَابِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهُ كَذٰلِكَ [35/28] اور اسی طرح انسانوں اور دیگر جانداروں اور مویشیوں کے بھی مختلف اقسام ہیں ○

آپ نے دیکھا کہ ان میں کون کون سے امور کا ذکر ہو رہا ہے؟ کائنات کے مختلف گوشوں کا بساط فطرت کے متنوع شعبوں کا، سائنس کے مختلف علوم کا جن میں طبیعیات، نباتات، حیوانات، فضایات، طبقات الارض اور عالم انسانیت کے تمام شعبے آجاتے ہیں۔ ان علوم و فنون کے تذکرہ کے بعد فرمایا اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ [35/28] حقیقت یہ ہے کہ اس کے بندوں میں سے علماء ہی وہ ہیں جن کے دل پر اس کی عظمت و ہیبت

چھا جاتی ہے کیونکہ وہ علیٰ وجہ البصیرت اس حقیقت کا مشاہدہ کر لیتے ہیں کہ خدا کتنی بڑی قوتوں کا مالک ہے اور وہ کس طرح اس عظیم کارگاہ کائنات کو ہر قسم کی تخریب سے محفوظ رکھ کر اسے اس کی منزل مقصود کی طرف لئے جا رہا ہے ○

آپ نے غور کیا کہ قرآن کریم نے علماء کا لفظ کن لوگوں کے لئے استعمال کیا ہے؟ ان کے لئے جنہیں دورِ حاضر کی اصطلاح میں سائنسٹ اور کائناتی مظاہر پر غور کریں اسی طرح قرآن کے حقیقت ثابتہ ہونے کا یقین بھی وہی لوگ کر سکتے ہیں جو خارجی کائنات اور دنیائے انسانیت میں غور و فکر کریں۔ اس کا ارشاد ہے **سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ [41/53]** ہم انہیں عالم آفاق اور عالم انفس میں اپنی نشانیاں دکھاتے چلے جائیں گے تاکہ یہ بات ابھر کر ان کے سامنے آجائے کہ قرآن فی الواقع حقیقت ثابتہ ہے ○ یعنی جوں جوں کا کل زمانہ کے پتچ و خم میں لپٹے ہوئے حقائق مشاطگی علم و تحقیق سے کھلتے جائیں گے قرآن کے دعاوی کی صداقت کے ثبوت ایک ایک کر کے سامنے آتے جائیں گے۔ یہ اس لئے کہ **أَوْلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ [41/53]** قرآن اس خدا کی کتاب ہے جس کی نگاہوں سے کوئی حقیقت مستور نہیں۔ اس کے سامنے کائنات کی ہر شے بے نقاب رہتی ہے اور یہ چیز اس امر کی کافی دلیل ہے کہ حقائق کائنات کے متعلق جو کچھ خدا کہے گا وہ یقینی طور پر درست ہوگا ○

[ضمناً] اس آیت میں **فِي الْأَفَاقِ** اور **وَفِي أَنْفُسِهِمْ** کے الفاظ آئے ہیں۔ لفظ **انفس** کی جمع **انفس** ہے۔ یہاں اتنا سمجھ لینا کافی ہوگا کہ آفاق کے معنی ہیں خارجی کائنات، جب اس کے مقابل **انفس** کا لفظ آئے گا تو اس کے معنی ہوں گے انسان کی داخلی دنیا، جس میں انسانی زندگی کے تمام شعبے آجاتے ہیں۔ اور آیت میں کہا یہ گیا ہے کہ جوں جوں انسانی علم ترقی کرتا جائے گا اور تحقیق کا میدان وسعت اختیار کرے گا تو خارجی کائنات اور انسان کی اپنی دنیا کے متعلق جس میں اس کی اپنی نفسیات بھی شامل ہیں، مستور حقائق بے نقاب ہوتے جائیں گے اور جو حقیقت بھی بے نقاب ہوگی وہ قرآن کے کسی نہ کسی دعویٰ کی صداقت کا ثبوت پیش کرے گی، اس تیرہ سو سال میں، خارجی کائنات کے متعلق جو حقائق بے نقاب ہوئے ہیں۔ اور خود انسان کی تمدنی زندگی میں انقلابات رونما ہوئے ہیں وہ قرآنی صداقت کے شاہد ہیں۔ ایسا ہی اس وقت تک ہوا ہے اور یہی کچھ اس کے بعد بھی ہوتا رہے گا۔

اس موضوع پر قرآن کریم کی اور بھی بہت سی آیات پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس نکتہ کے سمجھنے کے لئے کہ قرآن کریم علم بالحواس کو کس قدر اہمیت دیتا ہے اور اس محسوس کائنات میں انسان کا کیا مقام بتاتا ہے، اتنے شواہد ہی کافی ہوں گے۔۔۔ یہ ہے وہ علم جس کی بنا پر انسان مقام آدمیت پر فائز ہوتا ہے۔ اور جب اس علم کے ساتھ اقدارِ خداوندی پر ایمان شامل ہو جائے تو شرفِ انسانیت کے علوم و مدارج پر سرفراز ہو جاتا ہے، چنانچہ اس نے واضح طور پر کہا کہ **يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ [58/11]** اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو اس کی طرف سے پیش کردہ صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں اور ان کی حکمت و غایت کا علم رکھتے ہیں ○ علم کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس نے کہہ دیا کہ **قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ [39/9]** اے رسول!

ن سے پوچھو کہ کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے، کیا یہ دونوں کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟ دوسری جگہ اسی حقیقت کی ان الفاظ میں وضاحت کردی کہ **مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصْمَىٰ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ كَلَّ يَسْتَوِينَ** مَثَلًا أَفَلَا تَذَكَّرُونَ [11/24] ان دونوں گروہوں کی مثل ایسی ہے جیسے ایک اندھا اور بہرہ ہو اور دوسرا دیکھنے اور سننے والا، کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے؟ کیا تم اس کے بعد بھی سوچتے نہیں کہ زندگی کی صحیح راہ کس کے سامنے آ سکتی ہے؟ دوسرے مقام پر اس تقابل کو اور بھی پھیلا کر بیان کیا گیا ہے جہاں کہا ہے **وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ** ☆ **وَلَا الظُّلْمُ وَلَا النُّورُ** ☆ **وَلَا الظُّلُّ وَلَا النُّورُ** ☆ **وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ** **إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ** [22--35/19] ذرا سوچو کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوتے ہیں؟ کیا تاریکی اور روشنی ایک جیسی ہوتی ہے؟ کیا دھوپ اور سایہ یکساں ہوتے ہیں؟ یا کیا مردہ اور زندہ برابر ہوتے ہیں؟ یہ حقائق بڑے واضح ہیں لیکن نظر آتا ہے کہ اس کے بعد بھی یہ لوگ صحیح راستے پر نہیں آئیں گے اس لئے کہ خدا کا قانون یہ ہے کہ بات اسی کو سنائی دیتی ہے جو اسے سُننا چاہے۔ تو قبروں میں دفن مردوں کو کس طرح سنا سکے گا؟

+++++

## اطمینان قلب کا راز

انسان کی لالچ کا پیالہ کبھی نہیں بھرتا کیونکہ اس میں ناشکری کے سوراخ ہوتے ہیں جو اس کو بھرنے نہیں دیتے۔ ہر آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے پاس ہر قسم کا ساز و سامان موجود ہو، وہ زیادہ سے زیادہ سامان اکٹھا کرنے میں لگا رہتا ہے مگر اس کی فہرست کبھی مکمل نہیں ہوتی ہے۔ آدمی ایک سامان کے بعد دوسرے سامان کی طلب میں سرگرداں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ غیر مطمئن حالت میں مر جاتا ہے۔۔۔ سامان کی کثرت کے باوجود کیوں ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اطمینان قلب کا راز کثرت میں نہیں ہے بلکہ قناعت میں ہے۔ آدمی اگر ضرورت کو معیار بنائے تو بہت جلد اس کی حد آجائے گی۔ لیکن جب وہ فراوانی کو اپنا مقصود بنالے تو اس کی حد کبھی نہیں آئے گی۔

سامان زندگی کے لئے ہے، نہ کہ زندگی سامان کے لئے۔ سامان کی حیثیت خادم کی ہے اور انسان کی حیثیت آقا کی۔ آدمی جب ضرورت کو اپنا مقصود بنالے تو وہ اس کے مقابلہ میں آقا کی حیثیت میں ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ سامان کو مطلق حیثیت دیدے تو سامان کی حیثیت اس کے آقا کی ہو جاتی ہے اور اس کی اپنی حیثیت خادم کی۔

بقدر ضرورت سامان پر قناعت کرنے کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کے دن اور رات سکون کے ساتھ گزرنے لگتے ہیں۔ وہ اطمینان کی نیند سوتا ہے اور صبح کو جب وہ سوکر اٹھتا ہے تو اس کا دل اطمینان و سکون سے بھرا ہوتا ہے۔ انسان کی اصل بلندی یہ ہے کہ اس کے سامنے زندگی کوئی ایک اعلیٰ مقصد ہو اور وہ اپنے آپ کو پورے طور پر اس میں لگا دے۔ یہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ آدمی ذی ساز و سامان کو ثانوی حیثیت دے اور زندگی کا جو اصل مقصد ہے اس کو اولین حیثیت سے اختیار کرے۔

## جمہوریت اور اسلام

حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت نہ کل اسلام ہے اور نہ اسلام کا جزو ہے۔ ﴿

جمہوریت کو آج کل عام مسلمان اسلامی تو کہتے ہیں، لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اسلام کا جمہوریت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ آخر ان دونوں میں کیا نسبت ہے؟ نسبتیں کل چار ہو سکتی ہیں۔ تساوی، تباہین، عموم خصوص مطلق، عموم خصوص من وجہ۔ دو چیزیں یا ایک دوسرے کا عین ہو سکتی ہیں یا غیر، پھر ان میں عام خاص کی نسبت ہو سکتی ہے۔

۱۔ اگر اسلام اور جمہوریت میں نسبت تساوی ہو، یعنی یہ دونوں ایک ہوں، اسلام عین جمہوریت ہو اور جمہوریت عین اسلام تو پھر ماننا پڑے گا کہ جن ملکوں میں جمہوریت ہے وہاں اسلام ہے، حالانکہ ایسا نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جن ملکوں میں جمہوریت ہے خواہ وہ ملک مسلمانوں کے ہیں یا کافروں کے، وہاں اسلام نہیں، وہاں صرف جمہوریت ہے۔ اس کے علاوہ مغربی جمہوریت کو اسلامی جمہوریت کے دعویدار بھی اسلام نہیں مانتے۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ مغربی جمہوریت اسلام سے متضاد ہے۔ اگر جمہوریت بھی ضرور اسلام ہوتی۔ جب مغربی جمہوریت اسلام نہیں اور یہ مسلم عندالطرفین ہے تو ثابت ہوا کہ جمہوریت اسلام عین نہیں بلکہ غیر ہے۔ اگر اسلام اور جمہوریت مترادف ہوں تو اسلامی جمہوریت کی ترکیب بھی صحیح نہ ہو کیونکہ دو مترادف آپس میں یوں صفت موصوف نہیں ہو سکتے۔ پھر تو اسلامی جمہوریت کا نام ہی غلط ہوا۔

۲۔ اگر اسلام اور جمہوریت میں نسبت تباہین ہو تو پھر جمہوریت کفر ہے۔ کیونکہ کہ جن دو چیزوں میں تباہین ہوتا ہے وہ ایک نہیں ہوتیں۔ وہ ایک دوسرے کا غیر ہوتی ہیں اور جو چیز اسلام کا غیر ہوگی وہ یقیناً کفر ہوگی۔ اگر جمہوریت اور اسلام میں نسبت تباہین ہو تو پھر اسلامی جمہوریت کا معنی اسلامی کفر ہوگا اور چونکہ کفر کبھی اسلامی نہیں ہو سکتا، جیسے سوشلزم کفر ہونے کی وجہ سے اسلامی نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی جمہوریت کفر ہونے کی وجہ سے اسلامی نہیں ہو سکتی۔ پھر جمہوریت کو اسلامی کہنا اور اس کے لئے کوشش کرنا، کفر اور اسلام کو جمع کرنا ہے، جو ناممکن ہے اور سعی لا حاصل ہے۔

۳۔ اگر اسلام اور جمہوریت میں عموم خصوص مطلق یا عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو تو پھر اسلام اور جمہوریت میں جزو کل کا تعلق ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر اسلامی جمہوریت کے لئے کوشش کرنا پورے اسلام کی کوشش نہیں بلکہ ادھورے اسلام کی کوشش ہے جو سخت مذموم ہے۔ اگر جمہوریت اسلام کا جزو ہے، جیسا کہ اسلامی جمہوریت کے دعوے دار کہتے ہیں اور اسلامی جمہوریت کے نام سے بھی واضح ہے تو پھر اسلامی جمہوریت کا مطالبہ چھوڑ کر پورے اسلام کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ جب پورا اسلام آجائے گا تو جمہوریت اسلام کے اندر ہوگی وہ خود بخود آجائے گی۔ کیونکہ جزو کل کے اندر آجاتا ہے، کل کے

آجانے کے بعد پھر جزو کے لئے علیحدہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ اسلام میں جمہوریت ہے تو پھر اسلامی جمہوریت کا مطالبہ کرنا اور پورے اسلام کا مطالبہ نہ کرنا، چہ معنی دارد۔ کیا اسلامی جمہوریت والوں کو اسلام میں سے صرف جمہوریت ہی کی ضرورت ہے باقی اسلام کی ان کو ضرورت نہیں، پورے اسلام کا مطالبہ نہیں کرتے۔ مطلب کا استعمال کرنا تو ایسا گناہ ہے کہ جس کی سزا دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں سخت عذاب۔ جیسا کہ قرآن مجید میں سورہ بقرہ سے ثابت ہے۔ آج مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا واحد سبب بھی یہ ہے کہ وہ پورے مسلمان نہیں۔ اگر وہ پورے مسلمان ہوں تو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح دنیا میں بھی حکمران ہوں اور آخرت میں بھی کامران۔ روس اور امریکہ والے جو دنیا کے مزے لیتے ہیں تو وہ اس وجہ سے کہ وہ ہماری طرح مذہب کے نام پر دھوکا نہیں دیتے۔ جو غیرت اور غصہ اللہ کو ایک منافق پر آتا ہے وہ کافر پر نہیں آتا۔ ہم اسلام کے نام پر اللہ سے منافقت کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ ہم پر زیادہ غضب ناک ہے۔ ادھر اور مسلمان دنیا میں بھی ذلیل اور سوا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی نامراد۔

حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت نہ کل اسلام ہے اور نہ اسلام کا جزو، بلکہ اسلام کا غیر اور اس کی ضد ہے کیونکہ اسلام ایک دین ہے، اور جمہوریت لادینیت ہے۔ جمہوریت چاہتی ہے کہ اللہ کا کوئی تصور نہ ہو، حاکمیت عوام کی ہو۔ اسلام چاہتا ہے کہ حاکمیت اللہ کی ہو، اللہ کے سوا کسی کی نہ چلے۔ اگر کوئی کہے کہ جمہوریت کا یہ تصور نہیں، تو اس سے کہا جاسکتا ہے کہ جب جمہوریت کوئی اسلامی چیز ہی نہیں تو اس کا کوئی اسلامی تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ جمہوریت مغرب کا نظام ہے اور مغرب کا تصور ہی اس کا اصل تصور ہے۔ رہ گیا آج کل کے مسلمانوں کا جمہوریت کو اسلامی کہنا تو ان کے کہنے سے جمہوریت اسلامی نہیں ہو سکتی۔ کفر کو کوئی کتنا بھی اسلامی کہے، کفر اسلامی نہیں ہو سکتا، کفر تو کفر ہی رہتا ہے۔ کافر مسلمان ہو جائے تو ہو جائے کفر کبھی اسلام نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کا پیش کردہ تصور اسلامی تصور نہیں کہلا سکتا۔ اسلامی تصور وہی ہوتا ہے جس کو قرآن پیش کرے۔ جس کو صرف مسلمان پیش کریں اور قرآن، اس کا نام تک نہ لے، اس کو مسلمانوں کا تصور تو کہہ سکتے ہیں، اسلامی تصور نہیں کہہ سکتے۔ اسلامی تصور کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کا اصل و ماخذ قرآن میں ہو اور اس کا پرنیٹیکل خیر القرون میں ہو۔ جس کا پرنیٹیکل خیر القرون میں نہ ہو، وہ اسلامی نہیں ہوتا۔ ایسا ہی فرق اسلامی تاریخ اُس دور کو کہتے ہیں جس میں اسلام کی حکومت ہو، مسلمان اسلام کے تابع ہو اور اسلام مسلمانوں کے تابع نہ ہو جیسا کہ خلافت راشدہ میں تھا۔ جب اسلام مسلمانوں کے تابع ہو جائے۔ اس طرح سے کہ جو مسلمان کہتے یا کرتے جائیں، اس کو اسلام سمجھا جائے۔ جب اسلام کا معیار قرآن نہ ہو بلکہ مسلمانوں کی اکثریت ہو، جیسا کہ آج کل ہے تو اس دور کی تاریخ کو مسلمانوں کی تاریخ کہہ سکتے ہیں، اسلامی تاریخ نہیں کہہ سکتے۔ اسلامی تاریخ تو اسلامی اصولوں کی فرمانروائی کی تاریخ ہے، اشخاص کی حکمرانی کو اسلامی تاریخ نہیں کہتے۔

وقت ضائع ہونے کے بعد اگر آپ کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ وقت قیمتی چیز ہے تو آپ اللہ رب العالمین کا شکر ادا کرنا مت بھولیں کہ آپ کو وقت کی قدر کا احساس ہو گیا ہے۔ وقت زندگی ہے۔ دُعا مانگیں ”زندگی شمع کی صورت ہو خدا یا میری۔“

## شرک جلی جو ہمارے ہاں عام ہے

میرے جاننے والے مجھ سے اکثر پوچھتے ہیں کہ آپ کس طرح روزنت نئے مضامین لکھ لیتے ہیں؟۔ آپ کو کہاں سے موضوعات ملتے ہیں؟۔ میں انہیں جواب دیتا ہوں کہ اگر گھر میں ٹی وی ہو اور آدمی بیدار ہو تو مضامین لکھنا کونسا مشکل کام ہے۔ مثلاً آج صبح پتھروں (گلیٹوں) پر ایک طویل پروگرام آرہا تھا یہ پہلے بھی ایک دو بار آیا تھا، مجھے کھٹک گیا تھا ایک جیسن سی ہوئی مگر کام زیادہ ہونے کی وجہ سے میں نے اسے دوسرے وقت پر ٹال دیا آج صبح دوبارہ پتھروں اور (گلیٹوں) پر کوئی گھنٹے بھر کا پروگرام پیش کیا گیا جس میں روحانی پیشوا، منجم، ستار شناس، دانشور ایک آدھ عالم، بہت سی انگوٹھیاں پہنے ہوئے پہنچے ہوئے بزرگ بابے کچھ ایسے بھی تھے جو پہنچنے والے تھے، پتھر فروش اور مریض پیش کئے گئے جنہوں نے بتایا کہ ہمارا افلاں مرض پتھر والی انگوٹھی پہننے سے دور ہو گیا شوگر کے مرض اور حاملہ عورت کو بھی نہ چھوڑا گیا پتھر میں ہر مرض کا علاج بتایا گیا۔

مجھ سے رہا نہ گیا اور قلم اٹھالیا۔ اس لئے بھی کہ کچھ دین کے دشمنوں نے اس جنتر منتر کا تعلق قرآن سے جوڑا تھا۔ بلاشبہ دنیا میں امراض بھی ہیں جو ہماری کوتاہی کے سبب سے ہمیں لگ جاتے ہیں رتب نہیں لگاتا البتہ رتب نے اس سے نجات کے لئے دوا دارو بھی پیدا کیا ہے، بعض کا ذکر قرآن میں ہے۔ مثلاً کھویوں سے جو گاڑا گاڑا شربت (شہد) نکلتا ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اس میں انسانوں کے لئے شفا ہے۔ یَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ (69-16) آخر میں یہ بھی فرمایا کہ اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو غور و فکر سے کام لے۔ اس گاڑھے شربت کو پینے سے شفا ہے، شہد والی آیت کریمہ کو پڑھنے سے نہیں۔ پتھر سے شفا کی کوئی آیت قرآن کریم میں موجود نہیں اگر بغرض محال ہوتی تو اسے پس کر پانی کے ساتھ پینا پڑتا جبکہ ریت پتھر سے گردوں کو بچانے کے لئے ہم فلٹروں والا پانی پیتے ہیں۔ خیر ہماری سوچ پتھر سے علاج تک اس لئے پہنچی کہ ہمارا تعلق (لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ) سے نہیں ہے۔

عربی میں gem jewel stons کو احجار الکرمیم کہتے ہیں جس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان پتھروں کا احترام کیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پتھر جو لوگوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کا قرآن الکریم میں ذکر نہیں ہے البتہ لوء لو اور مرجان کا ذکر ہے جو سمندر سے تعلق رکھتے ہیں۔ پتھر اور اس کے اوصاف ہمارے ہاں ایران سے آئے ہیں کہنے والوں نے یہاں تک بتایا کہ پتھر آپ کو مصیبت، قدرتی آفات اور بلاؤں سے بھی بچاتا ہے۔ بیسویں صدی میں جس قوم کی اور دانشوروں کی پرواز فکر یہاں تک ہووہ کیا ترقی کرے گی۔ یہ تو بالکل وہی تصویر ہے جو زمانہ ہوا ایک انگریزی پرچے میں چھپی تھی کہ دہلی میں ٹرام وے پر ایک کے بعد ایک لمبی لائن لگی تھی، ایک انگریز میاں بیوی اترے اور اگلی ٹرام تک پہنچے تو دیکھا کہ ایک گائے ٹرام وے پر لمبی آرام سے جگالی کر رہی ہے اور تمام ڈرائیور اور کنڈیکٹروں ہاتھ جوڑے گائے کے سامنے کھڑے کہہ رہے ہیں کہ ماتا جی اٹھ جائیے لوگوں کو دیر ہو رہی ہے۔ بہر حال انہوں نے تو ترقی کر لی ہم گئے کام سے۔ ہم اکثر کہتے ہیں کہ ہندو قوم پتھروں کو پوجتی ہے یہ درست ہے مگر شرک کسے کہتے ہیں؟۔ جس کے متعلق رب نے فرمایا ہے کہ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ شُرْكَهٗ۔ اللہ کے

ساتھ کسی کو شریک نہ کرو یہ ظلم عظیم ہے اللہ شکر معاف نہیں کرے گا۔ مگر شکر پتھر کو سجدہ کرنا ہی نہیں شرک یہ بھی ہے کہ الہی صفات کی آرزو بندوں سے رکھے۔ جیسے اولاد زینہ کی تمنا درگا ہوں پیروں فقیروں ماسوائے اللہ سے رکھی جائے مال دولت صحت و زندگی بیماری سے نجات، نوکری امتحانوں میں پاس ہونا یہ سب دم درو و زندہ یا مردہ پیر، شجر اور حجر سے رکھی جائے۔ یا یہ کہ قدرتی آفات اور مصائب سے شجر اور حجر محفوظ رکھے گا یہ سب شرک ہے۔ آپ اللہ کا رتبہ پتھر کو دے رہے ہیں۔ جبکہ اللہ نے اپنے رسول کا بیان قرآن میں درج فرمایا ہے۔ **وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ** (80-26) جب میں بیمار ہوتا ہوں تو (اللہ) ہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور اللہ کے ساتھ شریک کرنا ظلم عظیم ہے **لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ** (13-31) اس آیت سے ثابت ہوا کہ شفا دینے والا رب ہے نہ کہ شجر یا حجر۔

یہ شرک ہمارے ہاں ایران سے آیا ہے۔ شیعہ حضرات فیروزہ پہنتے ہیں مگر اس کے لئے وہ استخارہ کراتے ہیں کہ وہ پتھر ان کے لئے موافق ہوگا یا نہیں۔ کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کراچی سعید منزل کے سامنے ریڈیو اسٹیشن کے قریب پامسٹ بیٹھا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے سامنے گتے پر ہاتھوں کی لکیروں کے نمونے کھڑے کئے تھے۔ دو پشتون لڑکے جارہے تھے ایک نے دوسرے سے کہا میں تو آج قسمت کا حال معلوم کروں گا، دوسرے نے کہا ان کے پاس مت جانا، یہ کچھ نہیں جانتے، جب وہ ضد کرنے لگا تو ساتھی نے کہا اچھا جامر۔ وہ پامسٹ کے سامنے بیٹھ گیا منع کرنے والا ساتھی پیچھے سے آیا اور ہاتھ دیکھنے والے کو ایک زوردار لات ماری، وہ بڑا بگڑا کہا بیوقوف لات کیوں ماری؟ لات مارے والے نے کہا صبح آتے وقت تم نے اپنی قسمت نہیں دیکھی تھی کہ کوئی تمہیں بلا وجہ لات مارے گا؟۔ ساتھی سے کہا چل اٹھ یہ کچھ نہیں جانتا۔

انسانی شعور اپنی ابتداء میں مظاہر فطرت کی حقیقت سے آگاہ نہیں تھا اور وہ فطرت کے ہر مظہر سے خوف زدہ رہتا تھا اس نے اپنے اس خوف کو دور کرنے اور مظاہر فطرت کی تباہوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ پرستش کرنے میں پایا۔ اس نے ان مظاہر فطرت کی پرستش کرنی شروع کر دی۔ ان تمام توہم پرستیوں میں انسانیت کے لئے سب سے زیادہ تباہ کن عقیدہ یہ تھا کہ ہر شخص کا ایک ستارہ ہوتا ہے جس ستارہ کے تحت اس کی تقدیر بنی ہے۔ آپ خود اندازہ فرمائیں کہ یہ عقیدہ انسانیت کے لئے کس قدر تباہ کن تھا کیونکہ اس عقیدہ کو اختیار کرنے کی وجہ سے انسان بالکل مجبور ہو جاتا ہے اور اس عقیدہ کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کی وجہ سے پرستش کرنے والے مذہبی طبقہ کی عیش ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہر پرستش گاہ میں نجومی، دکا ہن موجود رہتے تھے جو قسمت کا حال بتاتے تھے۔ وہ نجومی اور دکا ہن یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ ملاء اعلیٰ میں جا کر ساری معلومات حاصل کرتے ہیں اور وہ ان معلومات کو حاصل کرنے کی وجہ سے اپنے مریدوں کو فائدہ پہنچا سکتے تھے۔

قرآن کریم نے ان تمام توہم پرستیوں کی تردید کر کے، ان کو بڑبنا دیا۔ قرآن کریم نے مظاہر فطرت اور عالم افلاک کی اصل حقیقت کو ظاہر کر کے، نجومیوں، ستارہ شناسوں اور دکا ہنوں، قیافہ شناسوں کی مکاریوں کے پردے چاک کر دیئے۔ مگر ان کی ذریت آج بھی ہے ٹی وی کے سکرین پر نظر آتی ہے۔ میرے بھی ایک سائیں بابا ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ سب روٹی کا چکر ہے محنت مزدوری آسان کام نہیں ہے یہ تن آسان لوگ رنگ برنگ کے پتھر چن کر پیالیوں میں رکھ دیتے ہیں۔ یہ لوگ اس کا رشتہ حجر اسود سے ملا دیتے ہیں اس کے اوصاف بیان کرتے کرتے ان کے منہ میں جھاگ آ جاتی ہے۔ اگر پتھر کے ساتھ زبان ہوتی تو وہ وہی بات کرتا جو حضرت عمر نے حجر اسود کو چھوتے ہوئے فرمائی تھی کہا (واللہ میں جانتا ہوں کہ تم محض ایک پتھر ہو اس کے سوا کچھ بھی

نہیں اگر حضور نے تمہیں چھوٹا ہوتا تو میں تمہیں ہاتھ ہی نہ لگاتا۔) یہ محض پتھر ہیں اور یہ تمام لوگ جوئی وی نظر آتے ہیں سب وہی کا چکر ہے۔ یہ سب تو ہم پرستی ہے ان تو ہم پرستیوں کی تردید کا تذکرہ قرآن نے کیا ہے، ہم وہ آیات اور ان کے تراجم ہی پیش کرنے پر اکتفاء کریں گے۔ آپ ان کی تفاسیر خود ملاحظہ فرمائیں۔ آپ تو صرف یہ ملاحظہ فرمائیں کہ اگرچہ یہ مسئلہ ادراک انسانی سے ماوراء ہے لیکن قرآن نے جس قدر بھی بیان فرمایا ہے اس میں باہم کوئی اختلاف نہیں ہے۔

قرآن کہتا ہے۔ فضا کی یہ بلندی جو تمہیں قریب نظر آتی ہے، اس میں مختلف گزے ہیں جو اپنی چمک کی وجہ سے تمہیں نہایت خوشنما دکھائی دیتے ہیں اور ہم نے انہیں ہر قسم کے تخریبی عناصر سے محفوظ رکھا ہے۔ ان کے کاہن اور نجومی محض انگلیں دوڑاتے ہیں وہ عالم امر جہاں عدل و قوانین بنائے جاتے ہیں، وہاں تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ انسانی قیاس آرائیوں کو وہاں ہر طرف سے دھکے پڑتے ہیں کیونکہ وہ مقام سرحد عقل انسانی سے ماوراء ہے۔ جہاں تک نجومیوں کے قیافوں کی بات ہے۔ یہ ان کی روحانی کی دلیل جب تک تھی جب علم کی روشنی عام نہیں ہوئی تھی۔ نزول قرآن کے بعد ان کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب ہر قیاسی کے پیچھے علم کا ایک چمکتا ہوا شعلہ موجود رہے گا۔ (10-7-37) اسی مضمون کو سورۃ الملک میں فرمایا۔ (ترجمہ) اور ہم نے اس فضا کو جو تمہیں قریب تر نظر آ رہی ہے درخشندہ ستاروں سے مزین کر رکھا ہے۔ جو لوگ ہمارے قوانین کا علم نہیں رکھتے وہ ان ستاروں سے قیاس آرائیاں کر کے غیب کا علم معلوم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اب نزول قرآن کے بعد، علم کا دور آ گیا ہے اور یہ نجومی رفتہ رفتہ ختم ہو جائیں گے (5-67)

خود قرآن کریم نے ان آیات کا پس منظر یہ بیان فرمایا ہے کہ کفار و مشرکین عرب یہ کہتے تھے کہ اگر رسول اللہ واقعی ایک سچے رسول ہیں تو وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں (7-15) ان کے اس مطالبہ کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے۔ **وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكَّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ۝** (15-14/15) اگر ہم ان کے سامنے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں اور یہ اس میں چڑھنے بھی لگ جائیں (تو بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے) اس وقت یہ کہنے لگ جائیں گے کہ یہ ہماری نگاہ بند کر دی گئی ہے یا ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ کفار کے مطالبہ کا جواب دینے کے بعد اب قرآن کریم اصل مسئلہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور ان کی مکاریوں کی تین مقامات پر تردید کرتا ہے۔ **وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّظَرِينَ ۝ وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ (17-16-15)** ہم نے فضا کی بلندیوں میں، اُبھرے ہوئے گزے پھیلا رکھے ہیں اور ان سے روشنی منعکس ہوتی ہے تو دیکھنے والوں کو بڑے خوشنما نظر آتے ہیں اور انہیں ہم نے ہر قسم کی تخریبی قوتوں سے محفوظ رکھا ہے۔ کاہنوں کے متعلق کہا کہ اب قرآن کریم کے نزول کے بعد علم کی روشنی پھیل گئی ہے اب ان کا یہ فریب نہیں چل سکتا۔ یہ فریب و مکر دور جہالت میں چل سکتا تھا۔ **إِلَّا مَن اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ مُّبِينٌ (18-15)** اب ہر قیاس و تخمین کے پیچھے علم و یقین کا ایک چمکتا ہوا شعلہ موجود ہے جو اس کی حقیقت کو بے نقاب کر دیتا ہے۔ یعنی یہ فریبی مکار جو منجم ستارہ شناس قسمت کا حال بتانے والے اپنے ماننے والوں سے کہتے تھے کہ چوتے آسمان پر جا کر وہاں سن گن لیتے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو بتا دیتے ہیں۔ اب لوگوں پر حقیقت بے نقاب ہو گئی ہے۔ قرآن نے ہر چیز کی وضاحت بیان فرمادی ہے اب ان کا مکر و فریب کسی کو متاثر نہیں کر سکتا۔

قطر میں عبدالقوم مشہور جیولر تھا اس نے کاریگر کے لئے ویزہ اپلائی کیا تھا میں انکو ازری کے لئے اس کے دکان پر گیا تھا اس

کے شوہس پر پیالے پڑے تھے جن میں رنگ برنگ کے گنینے پڑے تھے، میں نے ایک اٹھا کر قیوم سے پوچھا قیوم بھائی یہ کتنے کا ہو گا؟ اس نے میرے ہاتھ سے لے کر غور سے دیکھا، کہا یہ آپ نے کہاں سے اٹھایا میں نے بتایا اس پیالے میں سے۔ اس نے نوکر کو بے انتہا گالیاں دیں کہا اب تیرا وہ باپ شیخ آتا تو میں اسے کیا دیتا جا رکھا اندر۔ مجھ سے کہا حسین بھائی یہ آپ کے بس کا نہیں یہ ایک شاہی خاندان والے نے خریدا ہے۔ میں گھر آیا تو میں نے اپنے بہنوئی کو سارا قصہ سنایا میں نے کہا آپ کا مزگی ہے میں موٹر میں بیٹھا ہوں گا آپ کوئی گنینہ پسند کر لیں۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ وہ قیوم کے پاس گیا گپ شپ لگاتے رہے پھر میرے بہنوئی نے پیالے سے گنینہ اٹھا کر کہا قیوم بھائی اس کی کیا قیمت ہوگی؟ قیوم نے نوکر کو گالیوں والا ڈرامہ شروع کیا۔ بہنوئی نے مجھے بلایا کہا وہی ڈرامہ ہے۔ قیوم شرمندہ ہوا کہنے لگا حسین بھائی ان پتھروں کی قیمت آٹھ آنے سے زیادہ نہیں ہماری ڈرامہ بازی اسے قیمتی بنا دیتی ہے۔ آپ کے شوق کو ابھارتی ہے آپ کی انا بیدار ہوتی ہے اور آپ آٹھ آنے کا پتھر ڈیڑھ سو ریال کو خرید لیتے ہیں۔ اور آپ نے سنا ہوگا کہ اگر اس دنیا میں بیوقوف نہ ہوتے تو عقل مند کیا کھاتے؟۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا وہ خود فراخی افلاک میں ہے خوار و زبون

وہ حضرت انسان کو اس کے اعلیٰ مقام سے روشناس کراتے ہیں کہ اونا دان تو ستارہ شناس سے قسمت کے ستارے کے بابت حال پوچھتا ہے؟ حالانکہ ستارے تیرے تابع ہیں تو ستاروں کے تابع نہیں ہے۔

تیرے مقام کو انجم شناس کیا جانے کہ خاک زندہ ہے تو تابع ستارہ نہیں

کائنات کی ہر چیز کو تو رب نے تیرے لئے تسخیر کیا ہے۔ **وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ** (45-13) اور تسخیر کیا ہم نے تابع کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو بھی ہے اس کے درمیان سب کچھ۔

تابع و تسخیر سے ڈرنا اور اس کے تابع ہونا ایسا ہے جیسے کوئی اپنے غلام کے سامنے سر جھکائے کھڑا ہو اور اس کے فرمان کا انتظار کر رہا ہو۔ شجر و حجر سے مدد کی توقع رکھنا شرک کے ساتھ ساتھ تو بن خالق کائنات اور انسانیت کی سب سے بڑی تذلیل ہے۔ اور یہ پرچار کسی دشمن ملک سے نہیں اپنے چینیوں سے ہو رہی ہے۔ یوں لگتا ہے ہم سائنس اور کمپیوٹر کے دور میں کراچی میں نہیں، dark age میں تاریک براعظم افریقہ کے باسی ہیں۔ وہ امت جس کی عظمت رفتہ کی داستانیں آج سن کر لوگ دنگ رہے ہیں، جنہوں نے سندھ و ہند یورپ و افریقہ کو اپنے پاؤں تلے روندنا۔ دشت تو دشت تھے دریا بھی ان کا راستہ نہ روک سکے۔ آج اس امت کی گردنوں کی تلاشی لی جائے، تو کسی میں کاغذی تعویذ لٹکا نظر آئے گا، کسی میں چھوٹا قرآنی نسخہ، کہیں کلمہ والے سکتے کہیں کوڑیاں مونگے، درندوں جانوروں کے دانت اور ناخن، کہیں چھوٹے چھوٹے چاقو چھریاں اور ہاتوں میں انگوٹھیوں میں جڑے ہوئے پتھر یہ سب چیزیں ان اللہ کے بندوں کے عقیدے کے مطابق انہیں بلاؤں، مصیبتوں، اور بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ہوتی ہیں۔

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شرک قرار دیا ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۹)

قارئین کرام: آپ سالانہ زرِ شرکت جاز کیش نمبر **0301-3300544** پر با آسانی ادا کر سکتے ہیں۔

1931ء میں انہوں نے صحافت کا آغاز کانپور سے کیا، جبکہ سیاسی زندگی کا آغاز لاہور سے کیا، جہاں 1938ء میں مجلس احرار اسلام کے ڈائریکٹر بنا دیئے گئے تاکہ برطانوی سامراج کے لئے پنجاب سے فوجی بھرتہ کے خلاف جدوجہد کریں۔ اس ضمن میں مولانا صاحب کئی بار گرفتار ہوئے اور پولیس تشدد کا بی سامنا کرنا پڑا۔

1940ء میں انڈین کانگریز میں شمولیت اختیار کی اور 1944ء تک کانگریس سے وابستہ رہے۔ 1939ء سے 1944ء تک احرار اور کانگریس سے وابستگی اور مسلسل جیلوں میں اعلیٰ ہندو قیادت کے ذہن کو انتہائی گہرائی سے پرکھنے کا موقع ملا، چانکیہ اور میکیاولی مارکہ ہندو سیاست کو جان گئے۔ لہذا 1944ء کے آخر میں مولانا صاحب نے کانگریس کے عہدوں اور ابتدائی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔ مجاہد تحریک پاکستان مولانا عبدالقیوم کانپوری کے کہنے پر حضرت قائد اعظمؒ سے ملاقات کی اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

1946ء کے انتخابات میں مولانا صاحب نے بھرپور حصہ لیا اور نواب زادہ لیاقت علی خان کے حلقہ میں سرگرمی سے کام کیا جس کے نتیجے میں نواب زادہ لیاقت علی خان کامیابی سے ہمسار ہوئے۔ ذبیح صاحب نے کانگریس کو جس طرح شکست دی، کانگریس نے اس کا بھرپور انتقام لیا۔ انہیں جیل میں بند کر دیا گیا، ان کا روزنامہ ”قومی اخبار“ جو دھلی اور کلکتہ کے درمیان سب سے بڑا اخبار تھا، ضبط کر لیا گیا، مسلم لیگ پبلٹی کا سارا ریکارڈ بھی جلا دیا گیا اور انہیں ہندوستان سے بھی نکال دیا گیا۔

1947ء میں دہلی میں آل انڈیا مسلم نیوز پیپر ایڈیٹرز کانفرنس منعقد کی جو بعد ازاں دہلی سے لاہور منتقل ہوئی اور عظیم صحافی جناب حمید نظامی مرحوم اس کے پہلے سیکریٹری جنرل مقرر ہوئے۔

## آدم سلیمان منیار۔۔۔۔۔ کراچی

جدوجہد آزادی کے دوران جن کارکنوں نے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے کام کیا ہے ان میں آدم سلیمان منیار کا نام بھی سر فہرست ہے۔ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کی کسی بھی کوشش کا آپ نے ڈنٹ کر مقابلہ کیا اور اسی پاداش میں آپ پہلی مرتبہ 1938ء میں پابند سلاسل ہوئے۔

1940ء سے 1947ء آپ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن رہے۔ آپ اس کے سب سے کم عمر رکن تھے۔ 1942ء میں آپ ”ایف“ وارڈ مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ 1943ء میں بمبئی پراونشل مسلم لیگ کی پریس کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے۔ 1944-1946ء تک آپ نے بمبئی پراونشل مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے رکن کے طور پر کام کیا۔ اسی عرصہ کے دوران آپ ہندوؤں کے ظلم و تشدد کے شکار مسلمانوں کی ہلٹی امداد کے لئے قائم کردہ مسلم لیگ ہسپتال کمیٹی کے کنوینر رہے۔

چینیے کا جواز تلاش کر لیں،،، مرنے کا خوف ختم ہو جائے گا۔

## تحریک پاکستان کے گولڈ میڈل اعزاز یافتگان و تعارف خدمات

تحریک حصول پاکستان کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے صوبہ پنجاب میں ۱۹۸۷ء میں گولڈ میڈل ایوارڈ کا اجراء کیا گیا اور اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے اور اس قرض کو چکانے کے لئے حکومت پنجاب نے محکمہ اطلاعات و ثقافت میں [شعبہ تحریک پاکستان] قائم کیا۔ اس کے علاوہ حکومت پنجاب نے تحریک پاکستان سے وابستہ اصحاب پر ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے کارکنان تحریک پاکستان کی ان بے بدل خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں یا ان کے ورثاء کو گولڈ میڈل پیش کرنے کا آغاز کیا، یہ کمیٹی ایک باقاعدہ ادارے کی حیثیت اختیار کر گئی ہے جو ہر سال انتہائی وقت نظر سے کام لیتے ہوئے تحریک پاکستان کے نامور کارکنوں کو سونے کے تمغے دینے کا فیصلہ کرتی ہے اور حکومت پنجاب ان کی سفارش پر تمغے پیش کرتی ہے۔ اس کمیٹی کی سفارش پر حکومت پنجاب نے یہ اہتمام بھی کیا ہے کہ تحریک پاکستان کی وہ قابل تعظیم شخصیات جن کا تعلق صوبہ خیبر پختون خواہ، صوبہ سندھ، اور صوبہ بلوچستان سے ہے یا وہ وہاں پر قیام پذیر ہیں، انہیں بھی ان کے کارہائے نمایاں کے اعتراف میں گولڈ میڈل پیش کیا جائے کیونکہ دوسرے صوبوں میں ایوارڈ دینے کا سلسلہ ترک کر دیا گیا ہے، تحریک پاکستان سے تعلق رکھنے والی جن قابل تعظیم شخصیات کو گولڈ میڈل سے نوازا گیا ہے ان کے تعارف کو ”صوت الحق“ کے قارئین تک بطور خراج تحسین پہنچانے کا سلسلے کے تحت اس شمارے میں ان تمغہ یافتگان کا تعارف خدمات پیش خدمت ہے۔

ہمارا خون بھی شامل ہے تزمین گلستاں میں  
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہا آئے

محمد اسماعیل ذبح۔۔۔ سندھ

محمد اسماعیل ذبح 1913ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 13 سال کی عمر میں دارالعلوم ریو بند سے فن قرأت میں اعزازی سند حاصل کی۔ 1927ء میں اپنے کم سن ہم عصر طلباء کا دستہ لے کر دیوبند سے دہلی میں جمعیت العلماء ہند کی طرف کانگریس کی حمایت میں سول نافرمانی کی تحریک میں حصہ لیا، جس کی پاداش میں جیل بھیج دیئے گئے۔ جیل میں ان کے ساتھ مولانا دلدار علی غازی تھے۔ جیل سے رہا ہو کر دو سال تک اپنے والد کے جامعہ الہیہ کانپور سے دینی تعلیم مکمل کی اور اس کے بعد 1931ء میں جامعہ ملیہ دہلی میں دو سال تک تعلیم حاصل کی۔

# سورة الفجر [89] کا جدید ترین علمی و عقلی ترجمہ

پیش لفظ

قرآن کی یہ سورت اپنی ابتدا میں ایک خاصی علامتی اور استعاراتی نثر کے اسلوب میں پیش کی گئی ہے۔ یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اس میں شامل بعض ایک الفاظ، یادوں الفاظ کی جوڑی اور بعض دیگر نہایت مختصر جملوں سے یہ اخذ کرنا بہت مشکل ہے کہ یہاں سے اللہ تعالیٰ کیا مراد لے رہے ہیں۔ اسی لیے یہ عمومی طور پر نوٹ کیا گیا ہے کہ ابھی تک کسی بھی فاضل مترجم نے اس کا ایک ایسا ترجمہ پیش نہیں کیا ہے جس کے اندر اپنے ذاتی تصورات سے الفاظ کا اضافہ نہ کیا گیا ہو، یا وضاحتی تبصرہ نہ پیش کیا گیا ہو، یا کچھ پس منظر کی معلومات درج نہ کی ہوں، یا کسی اور قسم کا امکانی یا فرضی تناظر پیش کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔ تاہم، یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ کسی بھی دیگر زبان میں منتقلی کے عمل میں باری تعالیٰ کے الفاظ میں کسی قسم کے انسانی اضافے کا داخل کیا جانا جائز نہیں ہے خواہ اس کے لیے کسی تشریح کی دلیل سامنے لائی جائے، خواہ کسی قسم کی وضاحت کا بہانہ تلاش کیا جائے۔ ایسی کوئی بھی حرکت یقینی طور پر اس کلام کی شفافیت اور اصلیت کو برباد کر دینے کے مترادف ہے۔ قرآن کی عبارت میں انسانی مداخلت اس کے تقدس کی پامالی اور ایک جرم ہے کیونکہ یہ اس کی شکل و صورت اور اس کی روح میں بگاڑ پیدا کر سکتی ہے جب کہ وہ خود یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مکمل طور پر خود تشریحی اور مفصل شکل میں نازل کیا گیا ہے۔ لیکن، اس کے ساتھ ساتھ، روایاتی مترجموں کا ایک اور بڑا گروہ ایسا بھی ہے جس نے اپنی جانب سے اضافوں کا طریقہ اختیار نہیں کیا، لیکن وہ بھی اُس الہامی پیغام کا سراور پیر واضح کرنے میں بُری طرح ناکام رہے ہیں جو ان آیات کے ذریعہ انسانوں تک پہنچایا جا رہا ہے۔ یہ سب کے سب اپنے کام میں بالعموم عبارت کے تسلسل اور باہمی ربط کو ملحوظ رکھنے میں کامیاب نہیں رہے۔ اس طرح انسان فوری طور پر یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں نے جان بوجھ کر قرآن کے ذخیرہ الفاظ کا نہایت عامیانا انداز کا ترجمہ کرنے کا وسیلہ اختیار کیے رکھا اور اس طرح اپنے پیچھے ایک واضح طور پر مبہم، عجیب و غریب اور سمجھ میں نہ آنے والا کام چھوڑ گئے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یہ ہدایات دی گئی تھیں کہ قرآن کے اصل نچوڑ کو ایک ایسے بے کار، غیر معیاری اور منفی تصورات کی شکل میں چھوڑا جائے کہ عوام کی نظر سے اس کی سچی روشنی اوجھل رہے۔ جہاں تک متاخرین اور ہم عصروں کا تعلق ہے، ان کے لیے یہ مسئلہ ان کے مقدس بزرگوں کے کام سے مطابقت برقرار رکھنے سے تعلق رکھتا تھا، جس سے انحراف ان کے لیے گویا بزرگوں کے تقدس کی پامالی تھا۔

اس عمومی روش کے مطابق جب ہم اللہ کو ایسی عمومی، روزمرہ کی روٹین سے تعلق رکھنے والی چیزوں کی قسمیں کھاتے ہوئے دیکھتے ہیں جیسے "صبح"، "یا دن کا پھونٹنا"، یا کوئی نامعلوم "دس راتیں"، اور پھر "طاق اور جنت" اعداد، اور پھر "رات جب وہ پھیل جائے"، وغیرہ وغیرہ، تو ہمارا سامنا چند لائیکل معمولوں سے پڑ جاتا ہے۔ ہمارے ہی وقتوں کے ایک آزمودہ کار اور فاضل مفسر نے جو فلوریڈا، امریکہ سے تعلق رکھتے ہیں، سخت کوشش کی کہ ان الفاظ کو اسلام سے ما قبل کے زمانے کے کچھ بت پرست عربوں کی رسومات سے جوڑ

دیا جائے تاکہ ان سے کوئی با معنی پیغام حاصل کیا جاسکے۔ لیکن قرآن کی عبارت میں کسی قسم کی بھی ذاتی تصوراتی ملاوٹ کی یا جوڑ توڑ کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ یہ ایک غیر مبطل قانون ہے کہ قرآن سختی کے ساتھ قرآن کے ہی اپنے الفاظ سے سمجھا جانا چاہیے اگر واقعی ہم چاہتے ہوں کہ اس کی سچی روشنی کو دریافت کر لیا جائے۔ تو اب ایک نہایت پُرمشقت کوشش کی گئی ہے کہ قرآن کی اس سورت کے ترجمے میں دلیل اور عقلیت کے عناصر دیکھے جاسکیں اور اس کے ساتھ ہی متن میں تسلسل اور ربط و ضبط بھی۔ یہ کوشش اس ادارے کی لازمی روٹین کے مطابق کی گئی ہے جس کی رُو سے ایک ایسا کڑا اور قانونی ترجمہ سامنے لایا جاتا ہے جو قرآن کی شفافیت اور اس کی اصل روح ذرہ برابر بھی بگڑنے نہیں دیتا۔ تو آئیے دیکھتے ہیں آیا کہ اب یہ اُس آدرش یا آئیڈیل کی ایک صاف ستھری تصویر پیش کرتا ہے جس کی قرآن تعلیم دینا چاہتا ہے یا نہیں۔ براہ مہربانی اس کا مطالعہ اُس روایتی ترجمے کے موازنے کے ساتھ کریں جس کی نقل یہاں نیچے چسپاں کر دی گئی ہے۔

### سورة الفجر [89]

وَالْفَجْرِ (1) وَلَيَالٍ عَشْرٍ (2) وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (3) وَاللَّيْلِ إِذَا يَسِرُ (4) هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِّذِي  
حِجْرٍ (5) أَلَمْ تَرَى كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (6) إِرْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (7) الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي  
الْبِلَادِ (8) وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِئِ (9) وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ (10) الَّذِينَ  
طَعَنُوا فِي الْبِلَادِ (11) فَكَثُرُوا فِيهَا الْفَسَادَ (12) فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (13) إِنَّ  
رَبَّكَ لِبَلْمُرْسَادٍ (14) فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ هَ فَيَقُولُ رَبِّي  
أَكْرَمَنِي (15) وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ (16) كَلَّا بَلْ لَا تَكْرُمُونَ  
الْيَتِيمَ (17) وَلَا تَحْضُونَ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ (18) وَتَأْكُلُونَ التَّرَاثِ أَكْلًا لَّمًّا (19)  
وَتَحْبُونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (20) كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا (21) وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ  
صَفًّا صَفًّا (22) وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى (23) يَقُولُ  
يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي (24) فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ (25) وَلَا يُوثِقُ وِثْقَهُ أَحَدٌ  
(26) يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (27) ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (28) فَادْخُلِي فِي  
عِبْدِي (29) وَادْخُلِي جَنَّتِي (30)

قدیمی بے ربط اور لائینی روایتی تراجم کا ایک نمونہ

"فجر کی قسم اور دس راتوں کی اور جنت اور طاق کی اور رات کی جب جانے لگے، اور بے شک یہ چیزیں عقلمندوں کے نزدیک قسم کھانے کے لائق ہیں کہ [کافروں کو ضرور عذاب ہوگا]۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا [جو] ارم [کہلاتے تھے اتنے] دراز قد کہ تمام ملک میں ایسے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اور ثمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادئ (قرئی) میں پھر تراشتے تھے (اور گھر بناتے) تھے۔ اور فرعون کے ساتھ (کیا کیا) جو خمیے اور میخیں رکھتا تھا۔ یہ لوگ ملکوں میں سرکش ہو رہے تھے۔ اور ان میں بہت سی خرابیاں کرتے تھے۔ تو تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا نازل کیا۔ بے شک تمہارا

پروردگار تک میں ہے۔ مگر انسان (عجیب مخلوق ہے کہ) جب اس کا پروردگار اس کو آزما تا ہے تو اسے عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ (آبا) میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی۔ اور جب (دوسری طرح) آزما تا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ (ہائے) میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا۔ نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر نہیں کرتے۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔ اور میراث کے مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ اور مال کو بہت ہی عزیز رکھتے ہو۔ تو جب زمین کی بلندی کوٹ کوٹ کو پست کر دی جائے گی۔ اور تمہارا پروردگار (جلوہ فرما ہوگا) اور فرشتے قطار باندھ باندھ کر آ موجود ہوں گے۔ اور دوزخ اس دن حاضر کی جائے گی تو انسان اس دن متنبہ ہوگا مگر متنبہ (سے) اسے (فائدہ) کہاں مل سکے گا [کہے گا کاش میں نے اپنی زندگی (جاودانی کے لیے) کچھ آگے بھیجا ہوتا۔ تو اس دن نہ کوئی خدا کے عذاب کی طرح کا (کسی کو) عذاب دے گا۔ اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا۔ اے اطمینان پانے والی روح! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔" [جالندہری]

### جدید ترین علمی و عقلی ترجمہ

اصولی وضاحت: کیونکہ اصولی طور پر قرآنی ترجمے کے متون میں ایک لفظ کی بھی تبدیلی، توضیح یا تشریح، یا اضافے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اس لیے ترجمے سے قبل ہی دو عدد نکات کے ذریعے متن میں آنے والے دو اہم الفاظ کا پس منظر کلیہ کر دیا جاتا ہے تاکہ ترجمے کو باسانی ہضم کر لینے کی راہ ہموار ہو جائے اور ذہن میں سوالات پیدا نہ ہونے دیے جائیں۔ نکتہ نمبر [۱] لفظ "لیل" سے متعلق ہے۔ یہ لفظ قرآن میں بہت سے مقامات پر تاریکی یا تاریکی کے دور کے استعمال ہوا ہے جو کہ عرب کے قبل از اسلام کے دور کی علامتی نمائندگی کرتا ہے۔ اور۔۔۔۔۔ نمبر [۲] پر لفظ "عشر" ہے جسے نام نہاد "دس" کے عدد کے طور پر لیا گیا ہے حالانکہ نبی پاک کے دور میں اعداد کے لیے متعین الفاظ کا استعمال ابھی داخل زبان نہیں ہوا تھا۔ اُس وقت تک اعداد صحراے عرب میں متعارف نہیں ہوئے تھے۔ ایسا صرف نوویں صدی عیسوی میں ہوا کہ ایک عرب عراقی حساب دان الکندی نے ایرانی حساب دان الخوازمی کے ساتھ مل کر عربی زبان میں اعداد و شمار کو روئے۔ پس یہاں "عشر" کو دس کے معنی میں لینا بالکل بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ نبی پاک کے دور میں اعداد کا اظہار عربی حروف تہجی کے ذریعے کیا جاتا تھا، عربی الفاظ سے نہیں۔ تو بجد کے نظام میں، عربی حروف تہجی کا پہلا حرف "الف" ایک کے عدد کی ترجمانی کرتا تھا؛ دوسرا حرف "ب" دو کے عدد کی، وغیرہ۔ انفرادی حروف ہی دس اور سو کی نمائندگی کرتے تھے: "ی" دس [10] کے لیے استعمال ہوتا تھا، "ک" بیس [20] کے لیے، "ق" سو [100] کے لیے، وغیرہ، وغیرہ۔ [

اب ترجمہ پڑھیں:

"غور کرو سچائی سے مجرمانہ انحراف پر [و الفجر: فاجر، فجور]، اور تاریکی کے ان ادوار پر جہاں قریبی معاشرتی میل جول کا فقدان تھا [و لیل عشر]، اور صلح صفائی اور شفاعت کی کوششوں پر [و الشفع]، اور نفرت اور خوف و ہراس کی صورت حال پر [و الوتر]۔ اور جب یہ تاریکی پھیل کر سب پر محیط ہو جائے تو پھر ایسی صورت حال کے بارے میں

ارباب عقل و دانش کے لیے [لِذِي حَجْرٍ] اپنی رائے یا فیصلوں میں تقسیم ہو جانے [قَسَم] کا کوئی جواز ہے؟ کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ ایسی ہی صورت حال میں آپ کے پروردگار نے قوم عاد کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا، وہ جو اہل ارم کہلاتے تھے اور بلند و بالا عمارتیں بناتے تھے جس کی مثال دیگر شہروں میں موجود نہیں تھی۔ اور اہل ثمود کو یاد کرو جو وادی میں بہت اونچی چٹانیں چھیل کر مسکن بنا لیتے تھے؛ اور وہ فرعون جو بڑے لشکروں کا مالک تھا [ذِي الْاَوْثَاد] جو انسانی بستیوں میں سرکشی اور ظلم کیا کرتے تھے [طَغَوْا فِي الْبِلَاد] اور وہاں فتنہ و فساد کو بڑھا دیتے تھے [فَاكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَاد]۔ آخر کار تمہارے پروردگار نے ان سب پر عذاب کے کوڑے برسادیے۔ بے شک، تمہارا پروردگار نگرانی پر مستعد [بِالْمُرْصَاد] رہتا ہے۔ جہاں تک انسان کا تعلق ہے، جب اس کی آزمائش کے لیے اسے عزت و دولت دے دی جائے، تو وہ اقرار کرتا ہے کہ اس کے پروردگار نے اس پر عنایات کیں؛ لیکن جب اس کی آزمائش اس کا رزق محدود کر کے کی جائے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ اس کے پروردگار نے اسے ذلیل و خوار کر دیا۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ ایسا تو تمہارے ساتھ اس لیے کیا جاتا ہے کہ تم بتائی کے ساتھ فراخ دلی کا سلوک نہیں کرتے اور بے کس غرباء کے رزق کا انتظام نہیں کرتے؛ اور تم ماضی کی تمام تیراٹ خود ہی کھا جانا چاہتے ہو کیونکہ تم دولت کے لیے ایک لا محدود حرص رکھتے ہو۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے [كَلَّا]، کیونکہ جب تمام ناہمواریاں دور کر دی جائیں گی اور عوام الناس ایک برابر کے درجے کو پہنچا دیے جائیں گے [اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دُكًّا دَكًّا]، اور جب تمہارے پروردگار کی صفات مشہود ہو جائیں گی [جَاءَ] اور اس کی قوتیں اور اختیار [الْمَلَكُ] بالترتیب سامنے آ جائیں گے، اور جس وقت جہنم کی حقیقی صورت سامنے لے آئی جائیگی، تب اُس مرحلے پر انسان کو اپنے تمام سابقہ اعمال یاد آ جائیں گے، اور یہ وہ وقت ہوگا کہ یہ یادداشت اُس کے کسی کام نہ آ سکے گی۔ وہ صرف پچھتاوے کے ساتھ یہی کہہ سکے گا کہ کاش میں نے اپنی اس زندگی کی زاوراہ کے لیے [لِحَيَاتِي] بھی کچھ پیش رفت [قَدَمْتُ] کر لی ہوتی۔ بہر حال، اُس مرحلے پر اس قماش کے انسانوں پر وارد ہونے والا عذاب کسی دوسرے پر اثر انداز نہیں ہوگا اور نہ ہی ایسوں پر عائد کی گئی گرفت کسی بھی اور کو اپنی پکڑ میں لے گی۔ پس تم میں سے وہ انسان جن کا نفس/ اندرونی ذات ارتقاء پا کر اطمینان و قناعت حاصل کر چکا ہے [يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ]، تم سب اپنے پروردگار کے قرب میں لوٹ آو گے اس حالت میں کہ تم اس کی رضامندی میں سرشار ہو اور وہ تمہاری رضامیں؛ اور میرے صالح بندوں کی جمعیت میں شامل ہو جاو گے اور اس طرح میری جنت میں داخل ہو جاو گے۔

مشکل الفاظ کے مستند معانی:

**Fa-Jiim-Ra** = رفج cut/divided lengthwise, break open, vent, incline/decline/deviate, dawn/sunrise/daybreak, source, abundantly and suddenly, ample bounty/generosity, a place from which water flows. Fujoor: Immorality, iniquity, depravation, debauchery, dissolution.

**Ayn-Shiin-Ra** = رفش to take away a tenth part, make ten by adding one to nine, be the tenth. ashrun/asharun )f.(, asharatun/ashratun )m.:(ten, decade, period from three to ten. After twenty there is no difference between feminine and masculine. ashara -to consort, live with, cultivate one's society, become familiar.

**Thematic Quranic Translation Series**

**Chapter Al-Fajr (89)**

**PREAMBLE**

This Chapter of Quran is narrated in a highly symbolic and metaphoric prose in its beginning. Admittedly, it is too difficult to discern what God meant by certain single words or pairs of words and by some other very brief sentences. That's why it is generally noticed that, as yet, no learned translator has attempted a translation without adding therein some of his own personal concepts or explanatory remarks, or some background information, or some kind of tentative or supposed perspective. However, the fact remains that God's Word may not be infiltrated by any amount of human input in the process of translation into another language, be it for the sake of explanation, or on the pretext of clarification. It is tantamount to ruining its purity and originality, in definite terms. Human intervention is a sacrilege and a crime as it may distort the form and the content of the divine text which claims to have descended in fully explicit and detailed form. But, at the same time, another big group of traditionist translators who did not resort to insert their own additions, have miserably failed to make a head or tale of the divine message being communicated through these Verses. All of them commonly lack the characteristics of consistency and coherence in their work. One comes to readily ascertain that they have intentionally chosen the most commonplace and literal meanings of Quran's metaphoric vocabulary, and thus have left behind a remarkably odd, weird or ambiguous output. They were obviously directed to render the essence of Quran in such a bogus, substandard and misconceived form that it must conceal its true light from the public view. And for the contemporaries, it was an issue of compulsory concordance with the work of their "Pious elders"!

Accordingly, when we look at God swearing by common or routine static things like "dawn" or "day break", or by some unknown "ten nights", and then by "odd and even numbers", and then by "the night when it spreads", etc., we are obliged to feel confronted with some kind of unsolvable puzzles. A highly seasoned and learned exegetist of our times, from Florida, USA, has strived hard to connect these words with some Pagan Arab rituals of pre-Islamic times to extract some meaningful substance therefrom, but it was of no avail. No personal conceptual input as a conjecture is allowed. It is an unalterable rule that Quran must be understood strictly from Quran's own words if we want to discover its true light.

A very tiring effort is now made to bring about the elements of reason and

rationality, and consistency and coherence, in the translation of this Chapter. This attempt is made in strict adherence to this Institution's mandatory routine of a strict and legal translation that does not allow disturbing of the genuineness and purity of Quran. Let us see whether or not it gives a clearer picture of what Quran wishes to impart to its readers through this Chapter. Kindly peruse it in comparison with the traditionist translation also copy/pasted below.

## Chapter Al-Fajr (89)

وَالْفَجْرِ (۱) وَلَيْلٍ عَشْرِ (۲) وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (۳) وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ (۴) هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٍ لِّدِي حَجْرٍ (۵) أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (۶) إِرْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (۷) الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (۸) وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخِرَ بِالْوَادِ (۹) وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ (۱۰) الَّذِينَ طَعَنُوا فِي الْبِلَادِ (۱۱) فَكَثُرُوا فِيهَا الْفَسَادَ (۱۲) فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (۱۳) إِنَّ رَبَّكَ لَبَلِ الْمُرْصَادِ (۱۴) فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذْمَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ (۱۵) وَأَمَّا إِذْمَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ (۱۶) كَلَّا بَلْ لَأَتُكْرَمُونَ الْيَتِيمَ (۱۷) وَلَا تَحَاضُونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ (۱۸) وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكَالًا لَّمًّا (۱۹) وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (۲۰) كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا (۲۱) وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (۲۲) وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ (۲۳) يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي (۲۴) فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابُهُ أَحَدًا (۲۵) وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ (۲۶) يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۷) ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (۲۸) فَادْخُلِي فِي عِبَادِي (۲۹) وَادْخُلِي جَنَّتِي (۳۰)

## Transliteration:

“Wal-Fajr; wa layaalin ‘ashrin; wash-shaf’l wal-watr; wal-layili izaah yasri. Hal fi zaalika qasamun li-zee hijrin? Alam tara kayifa fa’ala Rabbuka bi-Aadin; Irama zaatil-‘imaadi, allati lam yukhlaqu mithlu-ha fil-bilaad. Wa Thamood allazina jaaboo as-sakhra bil-waad; wa fir’ouna zil-autaad, allazina taghaou fil-bilaad,fa aktharoo fi-haa al-fasaad. Fa-sabba ‘alayi-him Rabbuka sawta ‘azaabin. Inna Rabbaka la-bilmirsaad. Fa-amma al-insaanu izaah ma abtalaa-hu Rabbu-hu, fakrama-hu wa n’amma-hu fa yaqoolu Rabbi akraman. Wa amma izaah ma abtalaa-hu, fa qadara ‘alayi-hi rizqa-hu fa-yaqoolu Rabbi ahaanan. Kalla ball aa tukrimoonal-yateem. Wa la tahaadhhoona ‘alaa ta’amil-miskeen.Wa ta’kuloona atturaatha akala-al-lammaa. Wa tuhibboon al-maala hubban jamman. Kalla izaah dukkat-il-Ardhu dakkan dakkan. Wa jaa’a Rabbuka wal malaku Saffan saffan. Wa jee’a youmi’izin bi-jahannama youma’izin yatazakar-ul-insaanu wa ataa la-hu az-zikraa. Yaqoolu yaa layitani qaddamtu li-hayati. Fa-youma’izin baa yu’azzibu ‘azaba-hu ahadun. Wa la yuthiqu wathaqa-hu ahadun. Yaa ayyatuhan-Nafsul-mutma’innatu, irji’ee ilaa Rabbi-ki radhiyatan mardhiyatan. Fa-adkhuli fi ‘ibaadi; wa adkhuli jannati.”

## A Specimen of Old Traditionist Translation:

By the Nights twice five; By the even and odd (contrasted): "By the break of Day ;And by the Night when it passeth away;- Is there (not) in these an adjuration (or evidence) for those who understand? Seest thou not how thy Lord dealt with the 'Ad (people),- Of the (city of) Iram, with lofty pillars, The like of which were not produced in (all) the land? And with the Thamud (people), who cut out (huge) rocks in the valley?- And with Pharaoh, lord of stakes? (All) these transgressed beyond bounds in the lands, and heaped therein mischief (on mischief). Therefore did thy Lord pour on them a scourge of diverse chastisements: For thy Lord is (as a Guardian) on a watch-tower. Now, as for man, when his Lord trieth him, giving him honour and gifts, then saith he, (puffed up), "My Lord hath honoured me." But when He trieth him, restricting his subsistence for him, then saith he (in despair), "My Lord hath humiliated me!" Nay, nay! but ye honour not the orphans! Nor do ye encourage one another to feed the poor!- And ye devour inheritance - all with greed, And ye love wealth with inordinate love! Nay! When the earth is pounded to powder, And thy Lord cometh, and His angels, rank upon rank, And Hell, that Day, is brought (face to face),- on that Day will man remember, but how will that remembrance profit him? He will say: "Ah! Would that I had sent forth (good deeds) for (this) my (Future) Life!" For, that Day, His Chastisement will be such as none (else) can inflict, And His bonds will be such as none (other) can bind. (To the righteous soul will be said:) "O (thou) soul, in (complete) rest and satisfaction! "Come back thou to thy Lord,- well pleased (thyself), and well-pleasing unto Him! "Enter thou, then, among My devotees! "Yea, enter thou My Heaven!" (Yousuf Ali)

## The Latest Academic and Rational Translation:

Two important points to be noted before we proceed ahead:

1) The word "layil" or Night is used as a metaphor for a dark period as the pre-Islamic era in Arabia is often symbolized by Quran; and, 2) The word "ashar" or the so-called "Ten" is not to be taken as a numeral because specific words were not given to numerals during the time of Prophet Mohammad. The numerals were not yet introduced in the desert of Arabia. It was only in 9th century A.D. that Al-Kindi, an Arab Iraqi mathematician with Persian Mathematician, Al-Khwarzmi introduced numerals in Arabic. So to translate 'ashar (عشر) as TEN is not acceptable at all as during the time of the Prophet numbers were represented by Arabic Alphabets, and not by Arabic words. In the Abjad system, the first letter of the Arabic alphabet, alif, is used to represent 1; the second letter, ba, is used to represent 2, etc. Individual letters also represent 10s and 100s: ya for 10, Kaf for 20, qaf for 100, etc.)

"Observe the criminal deviation from the truth (wa al-Fajr - والفجر), and the dark

periods (layaalin – ليال) of lack of intimate social environment ('ashrin - عشر) and the acts of mediation/intercession (al-shafi – الشفع), and the hatred and harassment (al-watri – الوتر). And when this darkness spreads out and covers everything (والليل إذا يسر) is there. in such a situation (fi zaalika – فى ذلك), a cause for people of intelligence and understanding (li-zee hijrin – لى ذى حجر) to get divided (qasamun – قسم) in their assessments/decisions? Haven't you observed as to how, in identical situation, your Sustainer had dealt with the community of 'Aad, the people of Irum having lofty structures, the like of which were not created in other cities; And Thamud who had carved out huge rocks in the valley; and the pharaoh, possessor of big armies (Zil-Autaad – ذى الاوتاد) which inflicted tyranny and oppression in human settlements (taghaou fil bilaad – طغوفى البلاد) and thus unleashed mischief and unrest therein. Ultimately, your Sustainer let loose upon them the whip of retribution. Indeed, your Sustainer is ever vigilant in His monitoring. And as for man, when he is put in trial by his Sustainer by granting honor and riches, he acknowledges that his Sustainer has honored him. But if he is tried by limiting his subsistence, he will say his Sustainer has humiliated him. It shouldn't be so (kalla – كلاً). It happens to you because you are not generous with orphans and you do not arrange for the sustenance of the poor; and you devour all the inheritance from the past because you love the wealth with a boundless greed. It shouldn't be like this (kallaa – كلاً) because when the human masses (al-ardhu – الارض) are reduced to an even and equal level (dakkati – دككت) altogether; and your Nourisher's attributes (Rabbuka – ربك) and His Powers and Authority (wa al-Malaku – والملك) are revealed (jaa'a – جاء) one by one/rank upon rank (صفاصفا): and at that time the real state of Hell is fully exposed (وجىء يومئذ بجهنم); so on that stage man would finally remember/recall all of his past deeds, while that remembrance would be of no avail to him. He will only utter in remorse; "would that I had sent forth some good deeds (qaddamtu – قدمت) to sustain this phase of my life (li-hayaati – لى حياتى)". Hence, at that stage, his punishment will not affect anyone else, and his bondage will not bind anyone other than him. So, O you who have achieved perfect contentment of your conscious self, you will be asked to draw closer to your Lord in a state of perfect love and affection on both sides; then you will join the company of My devoted subjects and thus enter my heaven."

### Important words with their authentic meanings:

Fa - Jilm - Ra ف ج ر = فجر، فجر = cut/divide lengthwise, break open, vent, incline/decline/deviate, dawn/sunrise/daybreak, source, abundantly and suddenly ample bounty/generosity, a place from which water flows. Fujoor: Immorality, iniquity, depravation, debauchery, dissolution.

Ayn-Shiin-Ra ع ش ر = to take away a tenth part, make ten by adding one to nine.

be the tenth. ashrun/asharun (f.), asharatun/ashratun (m.): ten, decade, period from three to ten. After twenty there is no difference between feminine and masculine ashara - to consort, live with, cultivate one's society, become familiar. ashirun - companion, ashiratun - kindred, ma'sharun - company, race, multitude, who live in close communion with (pl. ashair). 'ashrin: social and familiar intercourse, intimacy, conversing together, become intimate with one another.

عشر = is accusative masculine noun - Ma'ashra is one of the derivative of it. Companion, intimate, social, surround, community, background, atmosphere, culture

**Shiin-Fa-Ayn:** شَفَع = to make even that which was odd, make double, pair, make a thing to be one of the pair, adjoin a thing to its like, provide a thing which was alone with another, protect, mediate, intercede, be an intercessor. shaf'un - pair double. shafa'at - likeness/similarity, intercede or pray for a person

**Waw-Ta-Ra:** وَتَر = to suffer loss, defraud, hate, render odd, harass do mischief, render any one solitary, be single.

**Ya-Siin-Ra:** يَسِر = become gentle/tractable/manageable/easy/submissive/liberal, become little in quantity/paltry / no weight or worth, come from left, divide into parts/portions, make easy/smooth, adapt/accommodate, play with gaming arrows (al maysiri), a game for stakes/wagers involving risk.

**Qaf-Siin-Miim:** قَسَم = to divide, dispose, separate, apportion, distribute. Qasamun - oath. Qismatun - partition, division, dividing, apportionment. Maqsumun - divided/distinct. Muqassimun (vb. 2) - one who takes oath, who apportions. Qasama (vb. 3) - to swear. Aqsama (vb. 4) - to swear. Taqasama (vb. 6) - to swear one to another. Muqtasimun (vb. 8) - who divides. Istaqsama (vb. 10) - to draw lots. Tastaqsimu - you seek division.

**Ha-Jiim-Ra:** حَجَر = To deprive from, harden, hide, resist, forbid, prevent, hinder, prohibit access (to a place). To prevent/hinder/debar/withhold/restrain from a person or thing, prohibit/forbid/inhibit/interdict, to make boundary or enclose a thing, burn a mark around the eye of a camel or beast, to surround, make a thing unlawful or unallowable to a person, to be emboldened or encouraged, to slaughter by cutting the throat. hajar - a rock/stone or mass of rock.

**Alif-Ra-Miim:** اَرَم = to bite, eat all (the food), destroy the crops, reduce to misery and wretchedness. iram - stone set up in the desert, name of the city of the tribe or 'Aad, name of the great father of 'Aad from whom the tribe took its name. a mark made of stones.

**Ayn-Miim-Dal:** اَعَد = to intend, support, place columns or pillars, place lofty

structure, prop up, resolve, aim, direct, propose, commit (a sin intentionally), lofty structure, tent, pole, base, chief.

**Waw-Ta-Dal** : اوتاد = to drive in a stake, fix a stake into the ground, fix a thing firmly. autaad - stakes, hosts, pegs, chiefs, armies, poles of tents.

## اجتماعی زندگی میں بار بار ایسا ہوتا ہے

انسان کو معاشرے کے اندر کس طرح رہنا چاہیے، اس کا ایک فطری نمونہ [Natural Pattern] اللہ رب العالمین نے ہر ایک کی قریب ترین زندگی میں فطری طور پر قائم کر دیا ہے۔ یہ بھائی بہن کا نمونہ ہے۔ ہر گھر میں بھائی اور بہن ہوتے ہیں۔ ہر آدمی خود اپنی فطرت کے زور پر اپنے بھائی اور بہن کا خیر خواہ ہوتا ہے، وہ اپنے بھائی اور بہن سے محبت کرتا ہے۔ ہر آدمی بھائی اور بہن کے مسئلہ کو اپنا مسئلہ سمجھتا ہے۔ وہ بھائی اور بہن کی ضرورت کو خود اپنی ضرورت کی طرح دیکھتا ہے۔ انسان کا یہی عمل ہے جو ہر گھر کو سکون کا گہوارہ بنائے رکھتا ہے۔ آدمی جس طرح اپنے گھر میں رہتا ہے بالکل اسی طرح اس کو معاشرے میں رہنا ہے بلکہ اس طرح رہنا فرض ہے۔ ہر آدمی کا اپنا گھر وہ فطری ماڈل ہے جو اس کو بتاتا ہے کہ وہ معاشرے میں کس طرح رہے۔ اگر ہر آدمی باہر کے ماحول میں بھی اسی طرح رہے جس طرح وہ اپنے گھر میں رہتا ہے تو پورا معاشرہ امن اور رحمت والا معاشرہ بن جائے گا۔

یہ فطری ماڈل کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوں، ان کا سینہ ایک دوسرے کے خلاف بغض سے خالی ہو۔ لوگ ایک دوسرے کی ترقی پر خوش ہوں، معاشرے کا ایک فرد معاشرے کے دوسرے فرد کی ترقی سے حسد نہ کرے، ہر مرد و عورت کے دل میں دوسرے مرد و عورت کے لئے محبت کا جذبہ ہو، ان کا سینہ ایک دوسرے کی دشمنی سے خالی ہو، اجتماعی زندگی میں بار بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے سے جانے انجانے میں تکلیف پہنچتی ہے۔ ایسے موقع پر آدمی کو چاہئے کہ وہ فریق ثانی کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کرے۔ اگر کبھی ایسا ہو کہ بات بڑھ جائے اور دونوں ایک دوسرے سے دوری اختیار کر لیں تو زیادہ سے زیادہ تین دن تک ان کو اس حال میں رہنا چاہیے، تین دن کے بعد ان پر فرض ہے کہ وہ اپنے غصہ کو ٹھنڈا کر لیں اور دوبارہ باقاعدہ معتدل و خوشگوار انداز میں ملنا جلنا شروع کر دیں۔

اجتماعی زندگی میں بار بار ایسا ہوتا ہے کہ ناقص اور ادھوری معلومات کی بنا پر ایک مرد یا عورت کو دوسرے مرد یا عورت کے بارے میں بدگمانی ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے مواقع پر یہ حد بغیر ذمہ داری کی بات ہے کہ جو برا خیال دل میں آئے یا کوئی بات سننے میں آئے اس پر یقین کر لیا جائے اور اس کے مطابق مذکورہ فرد کو برا سمجھا جانے لگے۔ اس قسم کی بدگمانی اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ آپ نے معاملہ کے سارے پہلوؤں کو جانے بغیر ناقص معلومات کی بنیاد پر کسی کے بارے میں ایسی رائے قائم کرنی جو حقیقت میں نہ تھی یا جو واقعہ کے مطابق نہ تھی۔ جس طرح حقیقت اور واقعہ کے خلاف بات کہنا جھوٹ ہے، اسی طرح حقیقت یا واقعہ کے خلاف رائے بنانا بھی بلاشبہ جھوٹ ہے۔ صحیح انسان وہ ہے جس کا حال یہ ہو کہ جب اس کے سامنے بدگمانی والی کوئی بات آئے تو وہ رائے قائم کرنے سے پہلے اس کی تحقیق کرے۔ وہ معاملہ کے تمام متعلق پہلوؤں کو جاننے کے بعد کوئی رائے قائم کرے۔ تحقیق کے بغیر رائے قائم کرنا، جنوں رائے قائم کرنا ہے، اور تحقیق کے بعد رائے قائم کرنا، سچی رائے قائم کرنا ہے۔

ashirun -companion, ashiratun -kindred, ma'sharun -company, race, multitude, who live in close communion with )pl. ashair(. 'ashrin:social and familiar intercourse, intimacy, conversing together, become intimate with one another. =عشر is accusative masculine noun -Ma'ashra is one of the derivative of it. Companion, intimate, social, surround, community, background, atmosphere, culture

**Shiin-Fa-Ayn=ش ف ع**:to make even that which was odd, make double, pair, make a thing to be one of the pair, adjoin a thing to its like, provide a thing which was alone with another, protect, mediate, intercede, be an intercessor. shaf'un - pair, double. shafa'at -likeness/ similarity, intercede or pray for a person.

**Waw-Ta-Ra=و ت ر**:to suffer loss, defraud, hate, render odd, harass, do mischief, render any one solitary, be single.

**Ya-Siin-Ra=ي س ر**:becomegentle/tractable/manageable/easy/submissive /liberal, become little in quantity/paltry /no weight or worth, come from left, divide into parts/portions, make easy/smooth, adapt/accommodate, play with gaming arrows )al maysiri(, a game for stakes/wagers involving risk.

**Qaf-Siin-Miim=ق س م**:to divide, dispose, separate, apportion, distribute. qasamun -oath. qismatun -partition, division, dividing, apportionment. maqsumun -divided/distinct. muqassimun )vb. 2-(one who takes oath, who apportions. qasama )vb. 3-(to swear. aqsama )vb. 4-(to swear. taqasama )vb. 6-(to swear one to another. muqtasimun )vb. 8-(who divides. istaqsama )vb. 10-(to draw lots. tastaqsimu -you seek division.

**Ha-Jiim-Ra=ح ج ر**:To deprive from, harden, hide, resist, forbid, prevent, hinder, prohibit access )to a place(. To prevent/hinder/debar/withhold/ restrain from a person or thing, prohibit/forbid/inhibit/interdict, to make boundary or enclose a thing, burn a mark around the eye of a camel or beast, to surround, make a thing unlawful or unallowable to a person, to be emboldened or encouraged, to slaughter by cutting the throat. hajar -a rock/stone or mass of rock.

**Alif-Ra-Miim=ا ر م**:to bite, eat all )the food(. destroy the crops, reduce to misery and wretchedness. iram -stone set up in the desert, name of the city of the tribe or 'Aad, name of the great father of 'Aad from whom the tribe took its name, a mark made of stones.

**Ayn-Miim-Dal=ع م د**:to intend, support, place columns or pillars, place lofty structure, prop up, resolve, aim, direct, propose, commit )a sin intentionally(. lofty structure, tent, pole, base, chief.

**Waw-Ta-Dal=و ت د**:to drive in a stake, fix a stake into the ground, fix a thing firmly. autaad -stakes, hosts, pegs, chiefs, armies, poles of tents.

جس کی اپنی "خودی" نفس "بیدار نہیں"، وہ دوسروں کو "خودی" نفس کی بیداری کا درس کیا دے گا۔

ارباب عقل و دانش کے لیے [لَذِي حَجْرٍ] اپنی رائے یا فیصلوں میں تقسیم ہو جانے [قَسَم] کا کوئی جواز ہے؟ کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ ایسی ہی صورت حال میں آپ کے پروردگار نے قوم عاد کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا، وہ جو اہل ارم کہلاتے تھے اور بلند و بالا عمارتیں بناتے تھے جس کی مثال دیگر شہروں میں موجود نہیں تھی۔ اور اہل ثمود کو یاد کرو جو وادی میں بہت اونچی چٹانیں چھیل کر مسکن بنا لیتے تھے؛ اور وہ فرعون جو بڑے لشکروں کا مالک تھا [ذِي الْاَوْثَاد] جو انسانی بستیوں میں سرکشی اور ظلم کیا کرتے تھے [طَغَوْا فِي الْبِلَاد] اور وہاں فتنہ و فساد کو بڑھاوادیتے تھے [فَاكْتَرُوا فِيهَا الْفَسَاد]۔ آخر کار ہمارے پروردگار نے ان سب پر عذاب کے کوڑے برسادیئے۔ بے شک، تمہارا پروردگار نگرانی پر مستعد [بِالْمُرْصَاد] رہتا ہے۔ جہاں تک انسان کا تعلق ہے، جب اس کی آزمائش کے لیے اسے عزت و دولت دے دی جائے، تو وہ اقرار کرتا ہے کہ اس کے پروردگار نے اس پر عنایات کیں؛ لیکن جب اس کی آزمائش اس کا رزق محدود کر کے کی جائے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ اس کے پروردگار نے اسے ذلیل و خوار کر دیا۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ ایسا تو تمہارے ساتھ اس لیے کیا جاتا ہے کہ تم بتامی کے ساتھ فراخ دلی کا سلوک نہیں کرتے اور بے کس غرباء کے رزق کا انتظام نہیں کرتے؛ اور تم ماضی کی تمام تر میراث خود ہی کھا جانا چاہتے ہو کیونکہ تم دولت کے لیے ایک لا محدود حرص رکھتے ہو۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے [مَكَلًا]، کیونکہ جب تمام نامواریاں دور کر دی جائیں گی اور عوام الناس ایک برابر کے درجے کو پہنچا دیے جائیں گے [اِذَا ذُكِّتِ الْاَرْضُ ذِكًّا ذَكًّا]، اور جب تمہارے پروردگار کی صفات مشہود ہو جائیں گی [جَاءَ] اور اس کی قوتیں اور اختیار [الْمَلِكُ] بالترتیب سامنے آ جائیں گے، اور جس وقت جہنم کی حقیقی صورت سامنے لے آئی جائیگی، تب اس مرحلے پر انسان کو اپنے تمام سابقہ اعمال یاد آ جائیں گے، اور یہ وہ وقت ہوگا کہ یہ یادداشت اُس کے کسی کام نہ آ سکے گی۔ وہ صرف پچھتاوے کے ساتھ یہی کہ سکے گا کہ کاش میں نے اپنی اس زندگی کی زاو راہ کے لیے [لِحَيَاتِي] بھی کچھ پیش رفت [قَدَمْتُ] کر لی ہوتی۔ بہر حال، اس مرحلے پر اس قماش کے انسانوں پر وارد ہونے والا عذاب کسی دوسرے پر اثر انداز نہیں ہوگا اور نہ ہی ایسوں پر عائد کی گئی گرفت کسی بھی اور کو اپنی پکڑ میں لے گی۔ پس تم میں سے وہ انسان جن کا نفس/ اندرونی ذات ارتقاء پا کر اطمینان و قناعت حاصل کر چکا ہے [يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ]، تم سب اپنے پروردگار کے قرب میں لوٹ آو گے اس حالت میں کہ تم اس کی رضامندی میں سرشار ہو اور وہ تمہاری رضامندی؛ اور میرے صالح بندوں کی جمعیت میں شامل ہو جاو گے اور اس طرح میری جنت میں داخل ہو جاو گے۔

مشکل الفاظ کے مستند معانی:

**Fa-Jiim-Ra** = ر ج ف cut/divide lengthwise, break open, vent, incline/decline/deviate, dawn/sunrise/daybreak, source, abundantly and suddenly, ample bounty/generosity, a place from which water flows. Fujoor: Immorality, iniquity, depravation, debauchery, dissolution.

**Ayn-Shiin-Ra** = ر ع ش to take away a tenth part, make ten by adding one to nine, be the tenth. ashrun/asharun) f.(, asharatun/ashratun) m.:(ten, decade, period from three to ten. After twenty there is no difference between feminine and masculine. ashara -to consort, live with, cultivate one's society, become familiar.